زیر سرپرستی
داعی اسلام شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی

ماہنامہ

خضرِ راہ دہلی

جلد 1

شمارہ 6

شوال/ذی القعدہ ۱۴۳۳ھ
اگست/ستمبر ۲۰۱۲ء

مجلس ادارت

مولانا حسن سعید صفوی
مولانا محمد عمران ثقافی
مولانا کتاب الدین رضوی
مولانا قمر احمد اشرفی
مولانا سجاد عالم مصباحی
ڈاکٹر شہزاد انجم
جناب احمد جاوید

مجلس مشاورت

حافظ حسین سعید صفوی
مولانا ضیاء الرحمٰن علیمی
مولانا ذیشان احمد مصباحی
مولانا اشتیاق عالم مصباحی
مولانا شاہد رضا ازہری
مولانا عارف اقبال
شاکر عالم مصباحی
مولانا غلام مصطفیٰ ازہری

مدیران

محمد جہانگیر حسن - شوکت علی سعیدی

نائبین مدیر

محمد آفتاب عالم - ابرار رضا مصباحی

مجلس منتظمہ

سرکولیشن منیجر : ساجد سعیدی
اشتہار منیجر : موسیٰ رضا
تزئین کار : منظر سبحانی

نوٹ:
مضمون نگار کے افکار ونظریات سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں۔ ادارہ

قیمت فی شمارہ	: 20 روپے
قیمت سالانہ	: 200
قیمت سالانہ سرکاری ادارے ولائبریری	: 500
بیرون ممالک	: 40/امریکی ڈالر
لائف ممبرشپ	: 5000

مراسلت کا پتہ:

ماہنامہ خضر راہ
F-464 جیت پور پارٹ II، نزد کھجوری مسجد بدرپور، نئی دہلی ۔۴۴
KHIZR-E-RAH(Monthly)
F-464, Jaitpur II, Near Khajuri Masjid
Badarpur, New Delhi.44
E-Mail-khizrerah@gmail.com
Mobile: 09312922953

نوٹ: رسالے سے متعلق کوئی بھی مقدمہ صرف دہلی کی عدالت میں قابل سماعت ہوگا

پرنٹر، پبلشر، پروپرائٹر شوکت علی نے حرمین آفسیٹ پریس 632 رنگ محل، چاندنی محل، نئی دہلی 2، سے طبع کرا کر آفس ''ماہنامہ خضر راہ'' F-464 جیت پور پارٹ II، نزد کھجوری مسجد بدر پور، نئی دہلی ۔44 سے شائع کیا۔

ناشر شاہ صفی اکیڈمی/ جامعہ عارفیہ سید سراواں، کوشامبی، الہ آباد (یوپی)

خضرِ راہ

علم وعرفان

حمد و مدح:	شاہ احسان اللہ محمدی، عزیز اللہ شاہ صفوی	توبہ واستغفار:	مولانا مقصود احمد سعیدی
عرفانی مجلس:	شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی	عید کے آداب:	مولانا یعقوب خان
زمان ، مکان اور...:	شوکت علی سعیدی	شیخ، مرید کا مشاطہ :	ادارہ
سورۂ کوثر:	اشتیاق عالم مصباحی	اسرار التوحید:	شیخ محمد بن منور

مضامین

عبداللہ ابن مسعود:	امام شعرانی	تراویح :	غلام مصطفیٰ ازہری
توحید اور شرک :	ضیاء الرحمٰن علیمی	اعتکاف :	ضیاء الرحمٰن علیمی
اللہ حاضر وناظر :	اشتیاق عالم	شب قدر :	شاہد رضا ازہری
اللہ ہی پالنہا ہے :	امام الدین	صدقہ فطر :	جہانگیر حسن
روزے کے اسرار:	رکن الدین		

گوشۂ خواتین

حضرت فاطمہ...:	نصرت پروین	عورت کے مخصوص...:	ام حبیبہ

بزم اطفال و طلبہ

خضرِ دوراں:	شاہ احسان اللہ محمدی	علم میراث:	سعود عالم
پاکیزہ سوچ:	غزالی شاداب	قومی کونسل:	شوکت علی
معرفت الٰہی:	جنید سعیدی		

حمد و مدح

مناجات عاشقان الٰہی

دکھا کر اپنا جلوا یا الٰہی
بدل دے دل کی دنیا یا الٰہی

کچھ ایسا لطف فرما یا الٰہی
کہ دیکھوں تیرا جلوا یا الٰہی

ترے رخ کے علاوا یا الٰہی
نہ دیکھوں کچھ خدا را یا الٰہی

قیامِ شب ہو اور جلوے ہوں تیرے
کروں سجدہ پہ سجدا یا الٰہی

جو دیکھے مجھ کو وہ ہو جائے بے خود
کر استغراق ایسا یا الٰہی

مری ہستی کے پردہ میں سرا پا
تو ہی ہو جلوہ فرما یا الٰہی

ترے ہی نور سے میں تجھ کو دیکھوں
ہر اک شئے میں ہویدا یا الٰہی

سعیدؔ اللہ ہی اللہ ہو باقی
فنا ہو جاؤں ایسا یا الٰہی

شیخ ابو سعید شاہ احسان اللہ محمدی

شان معظم

مصحف پاک ہے کونین میں حجت تیری
حق تعالیٰ کی اطاعت ہے اطاعت تیری

کنتُ کنزاً سے ہویدا ہے حقیقت تیری
نور بے کیف کا آئینہ ہے صورت تیری

حشر میں ہوگی تیری شان معظم ظاہر
پیشتر جائے گی فردوس میں امت تیری

جس نے دیکھا تجھے اللہ کو پہچان لیا
سر توحید کی مثبت ہے رسالت تیری

جان دیتے ہیں تیری راہ میں مرنے والے
فرض ہے مذہب عشاق میں سنت تیری

نورحق کیوں نہ سما جائے تیرے دل میں عزیزؔ
کیسے محبوب پر آئی ہے طبیعت تیری

شاہ منشی عزیز اللہ قدس سرہ

عرفانی مجلس

افادات: داعی اسلام شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی/ ترتیب: مجیب الرحمٰن علیمی

فرشتوں کے بارے میں اسلامی عقیدہ

حضور داعی اسلام ادام اللہ ظلہ علینا کی مجلس میں ہم حاضر تھے کہ فرشتوں سے متعلق بات آئی، آپ نے فرمایا: انسان و جنات اور دیگر مخلوقات کی طرح فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، اللہ نے ان کو پیدا کیا ہے اور مختلف کاموں پر لگایا ہے، وہ اپنے کاموں پر اسی طرح لگے ہوئے ہیں، جیسے ہمارے حواس خمسہ، مثلاً: دیکھنے کی قوت، سونگھنے کی قوت، چھونے کی قوت، چکھنے کی قوت، سننے کی قوت وغیرہ۔

پھر فرمایا: فرشتے نوری مخلوق ہیں، اللہ نے ان کو یہ قوت عطا کی ہے کہ وہ جب جو صورت چاہیں اختیار کرلیں، وہ اپنے کاموں کے کرنے سے تھکتے نہیں اور نہ ان کو کھانے پینے اور انسان کی طرح دیگر حاجتوں کی کوئی ضرورت پیش آتی ہے، ان میں نہ کوئی مرد ہے اور نہ عورت، وہ زمین وآسمان میں پھیلے ہوئے ہیں مگر نظر نہیں آتے، اپنے مالک وخالق کے حکم کے مطابق کاموں کو انجام دے رہے ہیں اور جب تک اللہ کی طرف سے کوئی حکم نہ آجائے اسی طرح لگے رہیں گے، ان میں بھی مراتب ہوتے ہیں اور بعض بعض پہ فوقیت رکھتے ہیں۔

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ فرشتے نہ اللہ کے بیٹے ہیں اور نہ بیٹیاں، کیونکہ اللہ کی صفت ہے: لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ. ہے یعنی اللہ نہ کسی کا باپ ہے نہ بیٹا۔

فرشتے بھی انسان اور جنات کی طرح مخلوق ہیں، لیکن انسان ایک خاص شکل وصورت رکھتا ہے، نظر آتا ہے اور اس کو کھانے پینے کی ضرورت ہوتی ہے، جبکہ فرشتوں کو اللہ نے ان سب چیزوں سے پاک رکھا ہے، پھر انسان وجنات میں شر اور فساد پائے جاتے ہیں، جبکہ فرشتوں میں یہ بری خصلتیں نہیں پائی جاتی ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ہر طرح کی برائیوں سے پاک اور معصوم بنایا ہے۔

شوکت علی سعیدی

صبحِ امید

رمضان المبارک کا شمارہ آپ کی نظروں سے گزرا۔ کیا آپ کو ایسا محسوس نہ ہوا کہ نوجوان علما اپنے محسن و مربی کی سرپرستی میں گنجلک اسلامی افکار و عقائد اور احکام میں الجھی ہوئی سوسائٹی کے لیے خضرِ راہ بننا چاہتے ہیں؟ ضرور محسوس ہوا ہوگا۔ اگر ایسا ہے تو یہی ہم سب کا مشن ہے کہ اسلامی باتوں کو اس انداز سے پیش کیا جائے کہ دین ہمارے دل و دماغ میں آسانی سے راسخ اور قائم ہو جائے۔ اسی امید پر یہ قافلہ ہر لمحہ بڑی تیزی سے ایک نئی منزل کی طرف بڑھتا جا رہا ہے۔

دین آسانی چاہتا ہے مشکل نہیں، اگر دین آسان نہ ہوتا تو اسے دین فطرت کہنا قطعاً درست نہ ہوتا اور دین فطرت کا مفہوم بھی یہی ہے کہ بات زبان سے نکلے اور قلب میں گھر کر جائے، اگر دین ثابت کرنے کے لیے منطق و فلسفے کی حاجت محسوس ہو تو اسے رد کرنے کے لیے بھی منکرینِ دین منطق و فلسفے کو بطور حربہ استعمال کر سکتے ہیں اور اسی گتھم گتھا میں دین اور بھی پیچیدہ ہوتا چلا جائے گا اور آسان چیز کو سمجھانے کے لیے دلیل پر دلیل دینے کی ضرورت پڑے گی۔

ذرا تاریخ کے اوراق پلٹ کر جائزہ لیں کہ دین کس طرح دلوں میں راسخ کیا گیا؟ جن لوگوں نے دین کو راسخ کیا ان کے طریقۂ کار کیا تھے؟

جواب یہی ملے گا کہ وہی لوگ دین قائم کرنے میں کامیاب ہوئے جنھوں نے پہلے خود اپنی شخصیت کے اندر دین کو راسخ کیا اور تجلیات الٰہی سے اپنے ظاہر و باطن کو جلا بخشا، پھر اجازت پانے کے بعد تبلیغ و ارشاد کے لیے کمر بستہ ہوئے۔ اس راہ میں انھیں نہ جانے کس کس طرح کی مشکلات سے نبرد آزما ہونا پڑتا ہے، کیونکہ فتنے، فساد اور اس طغیانی کے ماحول میں جب بھی کوئی مردِ مومن اپنے اندر دین قائم کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کئی طرح کے مشکلات پیش آتے ہیں، نتیجے کے طور پر کچھ ابتدا ہی میں یہ کہتے ہوئے میدان سے بھاگ کھڑے ہوتے ہیں کہ:

یہ عشق نہیں آساں بس اتنا سمجھ لیجئے
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

اور کچھ اس میں کامیاب بھی ہوتے ہیں، لیکن جس نے اپنے اندر دین راسخ کرنے کے لیے کسی ایسے شخص کی تلاش کر لی جس کے اندر دین راسخ ہے تو وہ نہایت آسانی کے ساتھ اس کی صحبت میں رہ کر کامیابی حاصل کر لیتا ہے۔

دین قائم کرنے کے لیے علم دین کا ہونا ضروری ہے۔ جس طرح کسی کپڑے کو رنگنے کے لیے رنگ کا ہونا ضروری ہے کہ بغیر رنگ کے کپڑے نہیں رنگے جا سکتے، اسی طرح علم کے بغیر دین کو نہ تو سمجھا جا سکتا ہے اور نہ ہی دین کو اپنے اندر قائم و راسخ کیا

جا سکتا ہے۔

کپڑے دو طرح سے رنگے جا سکتے ہیں:

اول: بازار جائیں، رنگوں کی شناخت کریں اور نمونے کے طور پر تھوڑا رنگ کر دیکھیں جو رنگ آپ چاہتے ہیں وہ آ رہا ہے یا نہیں، یعنی تجربہ کر کے کپڑے رنگے جا سکتے ہیں۔

دوم: کسی ایسی چیز کو لیں جو رنگین ہو، بلکہ اس کے اندر اتنا رنگ ہو کہ اگر کوئی کپڑا اس سے ملا کر چند گھنٹوں کے لیے رکھ دیا جائے تو اس چیز کا رنگ ہو بہو اس سادے کپڑے میں لگ جائے اور وہ کپڑا بھی رنگین ہو جائے۔

یہی معاملہ علم کے حصول کا ہے اور پھر اس علم پر عمل کرنے کا یعنی دین قائم کرنے کا ہے:

اول یہ کہ آپ درسگاہ جائیں، اساتذہ سے علمی کتابوں کو سمجھیں، سوال و جواب کریں یا بازار سے کچھ کتابیں خرید لائیں اسے پڑھیں، تجربہ کریں اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہیں، یہاں تک کہ صحیح دین کا علم حاصل ہو اور دین راسخ ہو جائے۔

دوم یہ کہ کسی دین دار شخص کی صحبت میں بیٹھیں، اس کے اخلاق و اطوار سے سبق لیں اور اس کی وعظ و نصیحت سنتے رہیں، یہاں تک کہ دل اور دماغ میں دین سما جائے۔

خواہ کپڑوں کے رنگنے کا عمل ہو، یا دین سیکھنے اور اسے اپنے اندر قائم کرنے کا، ہر ہوش مند یہی چاہے گا کہ تجربہ کرنے سے بہتر ہے کہ بغیر تجربہ کے آسانی سے وہ چیز حاصل ہو جائے جو تجربہ کے بعد حاصل کیا جا سکتا ہے۔

اس لیے کہ تجربہ کا تعلق عقل سے ہے اور عقل کی مثال پھاوڑے کی سی ہے جو کند بھی ہوتا ہے اور دھاردار بھی۔ ایک شخص اپنے کُند پھاوڑے سے تھوڑی مٹی کھود پاتا ہے جبکہ دوسرا شخص اپنے تیز اور دھاردار پھاوڑے سے زیادہ مٹی کھودتا ہے۔ اب اگر کسی کو گھر بنانا ہو تو مقصود اس کا مٹی کا حصول ہے نہ کہ پھاوڑا چلا کر مٹی نکالنا، چنانچہ کوئی عقل مند یہ نہ چاہے گا کہ کھودی ہوئی مٹی رکھی ہو، پھر بھی وہ پھاوڑے پر پھاوڑہ چلاتا رہے اور مٹی نکالے۔

ہمارے پیش رووٴں نے عقل کے پھاوڑے چلا چلا کر مٹی کے انبار لگا دیے ہیں، بس ضرورت اس بات کی ہے کہ مٹی اٹھائیں، تو دہ بنائیں اور سیدھی دیوار کھڑی کرتے چلے جائیں یعنی صراط مستقیم پر چلنے کے لیے نسخہ کیمیا موجود ہے صرف اس کو اپنے حیات میں اپنانے کی ضرورت ہے:

چوں کہ گل رفت و گلستاں شد خراب
بوئے گل را از کہ جویم جز گلاب

جب پھول مرجھا گیا اور باغ ویران ہو گیا تو پھول کی خوشبو گلاب کے علاوہ کہاں سے طلب کی جائے۔

سورۂ کوثر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّـا أَعْـطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ، فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ، إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ.

ترجمہ: بے شک ہم نے آپ کو بے شمار خوبیاں عطا کی ہیں تو آپ اپنے رب کے لیے نماز قائم کیجئے اور قربانی کیجئے، بے شک آپ کا دشمن ہی بھلائی سے محروم ہے۔

اس سورت کا نام ''الکوثر'' ہے جو تین آیتوں پر مشتمل ہے، بالترتیب تینوں آیتوں کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَر

اس میں لفظ 'کوثر' مبالغہ کا صیغہ ہے جس کا معنی ہے 'بہت زیادہ'۔ کوثر کے سلسلے میں علما اور مفسرین کے مختلف اقوال ملتے ہیں، مثلاً علم وحکمت، حسن ظاہر اور حسن باطن، نبوت و شفاعت، کثرت امت، دنیا و آخرت کی بھلائی وغیرہ، لیکن احادیث میں 'کوثر' کا معنی بہشتی نہر، حوض کوثر اور خیر کثیر بتایا گیا ہے۔

امام مسلم کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام کے درمیان تشریف فرما تھے، اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہلکی سی نیند یعنی غنودگی ہوئی، پھر آپ نے مسکراتے ہوئے اپنا سر مبارک اٹھایا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسکرانے کی وجہ دریافت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی ابھی مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی:

بِسْـمِ اللّٰـهِ الرَّحْـمٰنِ الرَّحِيْمِ. إِنَّـا أَعْـطَيْـنَاكَ الْكَوْثَرَ، فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ، إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ.

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی صحابۂ کرام سے فرمایا کہ تمھیں معلوم ہے کہ کوثر کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا:

اَللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَـإِنَّـهُ نَهْـرٌ، وَعَـدَنِيهِ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ، عَلَيْهِ خَيْرٌ كَثِيـرٌ، هُـوَ حَوْضٌ تَرِدُ عَلَيْهِ أُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، آنِيَتُهُ عَـدَدُ النُّجُومِ فَيُخْتَلَجُ الْعَبْدُ مِنْهُمْ فَأَقُولُ رَبِّ إِنَّهُ مِنْ أُمَّتِي فَيَقُولُ مَا تَدْرِي مَا أَحْدَثَتْ بَعْدَكَ.''(مسلم)

ترجمہ: کوثر ایک نہر ہے، میرے رب نے مجھ سے اس کا وعدہ کیا، اس میں خیر کثیر ہے، یہ ایسا حوض ہے جس پر میری امت قیامت کے دن آئے گی، اس کے برتن آسمان کے ستارے کے برابر ہیں، کسی بندے کو پریشانی ہوگی تو میں عرض کروں گا کہ مولیٰ! یہ میری امت ہے۔

اللہ رب العزت فرمائے گا کہ آپ کو نہیں معلوم ہے کہ آپ کے بعد اس نے کیسے کارنامے انجام دیے ہیں۔

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور شہدائے احد کے لیے دعائے مغفرت کی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور فرمایا: میں حوض پر تمہارا رہنما ہوں اور تمہارے حق میں گواہی دوں گا۔

اللہ کی قسم! میں اپنے حوض کو اب بھی دیکھ رہا ہوں مجھے روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں، مجھے یہ خوف نہیں ہے کہ میرے بعد تم مشرک ہو جاؤ گے لیکن اس بات

کا ضرور ڈر ہے کہ میرے بعد تم دنیا میں لگ جاؤ گے۔ (بخاری)
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:
نَهَرٌ أَعْطَانِيهِ رَبِّي أَشَدُّ بَيَاضًا مِنْ اللَّبَنِ وَأَحْلَى مِنْ الْعَسَلِ وَفِيهِ طَيْرٌ كَأَعْنَاقِ الْجُزُر. (مسند احمد)
کوثر ایک نہر ہے، میرے رب نے مجھے عطا کیا ہے، دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ شیریں ہے، اس میں ایسے پرندے ہیں جن کی گردن اونٹ کی طرح ہے۔
حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ 'کوثر' سے مراد 'خیر کثیر' ہے۔
تفسیر کشاف میں ہے کہ سب سے پہلے اس نہر سے سیرابی حاصل کرنے والے وہ مہاجرین فقرا ہوں گے جن کے کپڑے پرانے، بال بکھرے ہوں گے، جنھوں نے کبھی بھی دو نعمتیں (دو طرح کے کھانے) یکجا نہ کیے ہوں گے اور نہ ان کے واسطے بادشاہوں کے دروازے کھولے جاتے ہوں گے یعنی مالدار نہیں ہوں گے، وہ دنیا سے اس حال میں اللہ کے حضور حاضر ہوں گے کہ ان کی حاجت ان کے سینے میں دبی ہوں گی، وہ اللہ کے ایسے بندے ہوں گے کہ اگر کسی کام پر اللہ کی قسم کھالیں تو اللہ ضرور اُسے پورا فرمایا ہے۔
۲۔ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ.
اللہ رب العزت کی جانب سے ہونے والی ہر نعمت، شکر کا تقاضا کرتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام نعمتوں سے مالا مال فرمادیا تو کہا:
فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَر. پس اپنے رب کے لیے نماز قائم کیجیے اور قربانی ادا کیجیے۔
اس میں شکرانۂ عبادت کے دو طریقے بتائے گئے ہیں:
۱۔ بدنی ۲۔ مالی

اب ایک پڑھا لکھا انسان ہو یا اَن پڑھ، یہ سب پر ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی بہت ساری خوبیوں کو پوشیدہ بھی رکھا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خوبی بڑی عظیم اور اہم ہے، اس لیے ہر حال میں اور ہر وقت اس عظیم نعمت کا شکر جان اور مال سے ادا کرنے کی ضرورت ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ شکر ادا کرنے میں مخلص ہو۔
عام انسانوں کا طریقہ بھی یہی ہے کہ جس سے کچھ پاتا ہے وہ اسی کا گن گاتا ہے، ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ زید سے تحفہ پائے اور خالد کا شکریہ ادا کرے۔
سر سے پاؤں تک بدن اسی وقت خوبصورت معلوم ہوتا ہے جبکہ روح اس میں موجود ہو، اگر روح نکل جائے تو نہ وہ خوبصورت معلوم ہوتا ہے اور نہ اسے گھر کے افراد میں شمار کیا جاتا ہے، بلکہ لوگ اُسے خود سے دور کر دیا کرتے ہیں، اسی طرح عبادت ظاہراً جتنی بھی حسین ہو، رکوع اور سجود جتنے بھی لمبے ہوں، اگر خالص اللہ کے لیے نہیں تو ایسی عبادت انسان کے منھ پر ماردی جائے گی اور اس کا کچھ بھی اجر نہ ملے گا۔
اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: وَاَقِمِ الصَّلاۃَ لِذِکْرِیْ. میری یاد کے لیے نماز قائم کیجیے۔ (طٰہٰ:۱۴)
حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ. نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ (نسائی)
جب آپ نماز پڑھتے تو اتنا لمبا قیام فرماتے کہ قدم ناز میں ورم آجاتا، یہ دیکھ کر اللہ تعالیٰ فرماتا: اے نبی! کیا ہم نے آپ کو تمام گناہوں سے محفوظ نہیں رکھا ہے، آپ عرض کرتے:
اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْداً شَکُوْراً.
اے اللہ! کیا میں تیرا شکر گذار بندہ نہ بنوں؟
امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ سالکین کے تین درجے

ہیں، ان میں سب سے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ قلب و روح سے اللہ کے مشاہدے میں ڈوب جائیں۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ اطاعت اور بدنی عبادت میں مشغول رہیں۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ نفس کو تمام لذتوں اور خواہشوں سے روکے رکھیں۔

اس سورہ میں إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ، سے ان ہی سالکین کی طرف اشارہ ہے جن کے قلوب مشاہدۂ مولیٰ غرق ہیں اور فَصَلِّ لِرَبِّكَ کہہ کر اللہ نے ان بندوں کی جانب اشارہ کیا ہے جو عبادت و ریاضت میں مشغول ہیں اور وَانْحَر سے اللہ کے وہ نیک بندے مراد ہیں جو اپنے آپ کو دنیا کی لذتوں سے الگ کر چکے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ. یعنی نفس ہی انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے جو ہمیشہ اللہ سے غافل اور دنیاوی لذتوں میں دلچسپی کا سامان پیدا کرتا ہے جب کہ دنیاوی لذات فنا ہو جانے والی ہیں اللہ کی معرفت ہی ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔

۳۔إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ

اس سورہ کی یہ تیسری اور آخری آیت ہے، اس کے متعلق تفسیر میں امام طبرانی نے لکھا ہے کہ کعب بن اشرف مدینہ سے مکہ آیا تو مکہ والوں نے کہا کہ ہم خانہ کعبہ کی دیکھ بھال کرتے ہیں، حاجیوں کے خادم ہیں اور آپ مدینہ کے سردار ہیں، آپ بتائیں کہ ہم بہتر ہیں یا یہ لاوارث جو اپنی قوم سے الگ ہوگیا ہے اور اپنے آپ کو سب سے بہتر گمان کرتا ہے۔

ان لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لاوارث اس لیے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کی وفات بچپن میں ہی ہو چکی تھی۔

کعب ابن اشرف یہودی نے کہا: اے مکہ والو! سب سے بہتر تم ہو، اس پر آیت کریمہ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ نازل ہوئی، یعنی اے محبوب! آپ سے عداوت اور بغض رکھنے والے ہی لاوارث اور ہر طرح کے خیر سے محروم ہیں۔

گویا اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمادیا کہ: نبی سے بغض اور دشمنی رکھنے والے ہی حقیقت میں لاوارث ہیں جن کی نہ اولاد کام آئے گی نہ مال واسباب کام دیں گے، جبکہ قیامت تک پیدا ہونے والے تمام مومنین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہے اور نبی کا ذکر خیر تو قیامت تک ہر مسجد کے منبر اور منار پر ہوگا، کیونکہ جب بھی کوئی عالم یا ذاکر، اللہ کا ذکر کرے گا تو اس میں آپ کی بھی تعریف ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے اس چھوٹی سی سورہ میں اجمالی طور پر دو چیزوں کا ذکر فرمایا ہے جسے ہم جنت و دوزخ، نجات و ہلاک، رضا اور ناراضگی جیسے الفاظ سے تعبیر کر سکتے ہیں، اگر رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم نے کوئی تکلیف پہنچائی، خواہ قول سے ہو یا عمل سے تو ضرور ہم پر اللہ کا غضب ہوگا اور عین ممکن ہے کہ اللہ جل جلالہ ہمیں اس جرم میں جہنم کی ایندھن بنادے اور اگر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی اور ان کے بتائے ہوئے طریقے پر زندگی گزاری تو ہم اللہ کی رحمت میں ہوں گے اور جنت کے حقدار بھی۔

اللہ ہمیں دین متین پر قائم رکھے اور اللہ کے محبوب و نیک بندوں کی محبت میں زندگی گزارنے کی توفیق بخشے۔ (آمین)

☆☆☆

توبہ اور استغفار

اللہ تعالیٰ توبہ اور استغفار کرنے والے کو نہ صرف پسند فرماتا ہے بلکہ انھیں توبہ اور استغفار کی بدولت نجات اور بخشش کا پروانہ بھی عطا کرتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: كُلُّ ابْنِ آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ. (ترمذی)

ترجمہ: ہر انسان گناہ کا پتلا ہے اور گنہ گاروں میں سب سے بہتر توبہ کرنے والے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كَانَ رَجُلٌ يُسْرِفُ عَلٰى نَفْسِهٖ فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ قَالَ لِبَنِيهِ إِذَا أَنَا مُتُّ فَأَحْرِقُونِي ثُمَّ اطْحَنُونِي ثُمَّ ذَرُّونِي فِي الرِّيحِ فَوَاللّٰهِ لَئِنْ قَدَرَ عَلَيَّ رَبِّي لَيُعَذِّبَنِّي عَذَابًا مَا عَذَّبَهُ أَحَدًا، فَلَمَّا مَاتَ فُعِلَ بِهٖ ذٰلِكَ فَأَمَرَ اللّٰهُ الْأَرْضَ فَقَالَ اجْمَعِي مَا فِيكِ مِنْهُ فَفَعَلَتْ فَإِذَا هُوَ قَائِمٌ فَقَالَ مَا حَمَلَكَ عَلٰى مَا صَنَعْتَ قَالَ يَا رَبِّ خَشْيَتُكَ فَغَفَرَ لَهُ وَقَالَ غَيْرُهُ مَخَافَتُكَ يَا رَبِّ. (صحیح بخاری)

ترجمہ: ایک آدمی اپنے اوپر ظلم اور زیادتی کرتا رہا یعنی بہت زیادہ گناہ کرتا رہا، جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھے اچھی طرح جلا دینا، پھر میرے جلے ہوئے جسم کو پیس دینا، پھر میری راکھ کو ہوا میں اڑا دینا، اس لیے کہ واللہ اگر میرے رب نے مجھے پکڑ لیا تو مجھے ایسا عذاب دے گا کہ اس جیسا عذاب اللہ نے کبھی کسی کو نہ دیا ہوگا۔ جب وہ فوت ہو گیا تو اس کے ساتھ اسی طرح کیا گیا، اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ اپنے اندر موجود اس کے بکھرے ہوئے ذرّات جمع کر دے، اس نے ذرّات جمع کر دیے تو وہ پورے جسم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمھیں اس کام پر کس چیز نے آمادہ کیا تھا؟ اس نے کہا: اے میرے رب! تیرے خوف نے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُسے بخش دیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ. (ابن ماجہ)

ترجمہ: گناہ سے سچی توبہ کرنے والا اس شخص کی مانند ہے جس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا أَذْنَبَ ذَنْبًا كَانَتْ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فِي قَلْبِهٖ، فَإِنْ تَابَ وَنَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ صَقُلَ مِنْهَا قَلْبُهٗ، وَإِنْ زَادَ زَادَتْ حَتّٰى يُغَلَّفَ بِهَا قَلْبُهٗ، فَذٰلِكَ الرَّانُ الَّذِي ذَكَرَ اللّٰهُ فِي كِتَابِهٖ "كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ". (مطففین: ۱۴) (ترمذی ونسائی)

ترجمہ: مومن جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں

ایک کالا دھبہ پڑ جاتا ہے، پھر اگر وہ توبہ کرلے اور گناہ سے رک جائے اور استغفار کرلے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے، لیکن اگر وہ زیادہ گناہ کرے تو یہ نشان بڑھتا جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کے پورے دل کو اپنی چپیٹ میں لے لیتا ہے، چنانچہ یہی وہ 'ران' یعنی زنگ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ: ان کے دلوں پر ان کے اعمال کے سبب سیاہی چھا گئی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ تَابَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ. (مسلم ونسائی)

جو شخص پچھم سے سورج طلوع ہونے یعنی قیامت آنے سے پہلے توبہ کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغَرْغِرْ. (ترمذی)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی توبہ قبول فرماتا ہے جب تک روح اس کے حلق میں پہنچ کر غرغر نہیں کرتی، یعنی جب تک وہ حالت نزع میں مبتلا نہیں ہوتا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِنَّ لِلْقُلُوبِ صَدَأً كَصَدَأِ الْحَدِيدِ وَجَلَاؤُهَا الاسْتِغْفَار. (طبرانی)

ترجمہ: لوہے کی طرح دلوں کا بھی ایک زنگ ہے اور اس کی پالش (جلا) استغفار ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الشَّيْطَانَ قَالَ وَعِزَّتِكَ يَا رَبِّ لَا أَبْرَحُ أُغْوِي عِبَادَكَ مَا دَامَتْ أَرْوَاحُهُمْ فِي أَجْسَادِهِمْ قَالَ الرَّبُّ وَعِزَّتِي وَجَلَالِي لَا أَزَالُ أَغْفِرُ لَهُمْ مَا اسْتَغْفَرُونِي. (مسند احمد وحاکم)

ترجمہ: شیطان نے بارگاہ الٰہی میں کہا: اے اللہ مجھے تیری عزت کی قسم! میں تیرے بندوں کو اس وقت تک گمراہ کرتا رہوں گا، جب تک اُن کی روحیں اُن کے جسموں میں باقی رہیں گی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم! جب تک وہ مجھ سے بخشش مانگتے رہیں گے میں انھیں بخشتا رہوں گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا لَذَهَبَ اللّٰهُ بِكُمْ وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُوْنَ فَيَسْتَغْفِرُونَ اللّٰهَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ. (مسلم)

ترجمہ: مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر تم گناہ نہ کروگے تو اللہ تعالیٰ تمھیں لے جائے گا اور ایسے لوگوں کو لے آئے گا جو گناہ کریں گے اور معافی مانگیں گے اور اللہ تعالیٰ انھیں معاف کرے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ لَزِمَ الاسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُ مِنْ كُلِّ ضِيقٍ مَخْرَجًا وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ. (ابوداؤد، ابن ماجہ)

جو شخص پابندی کے ساتھ استغفار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر غم سے نجات اور ہر مشکل سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے اور اُسے وہاں سے رزق دیتا ہے جس کے بارے میں وہ وہم وگمان بھی نہیں کرسکتا ہے۔ ☆☆☆

مولانا محمدیعقوب علی خاں
امام وخطیب، مسجد خلیل اللہ

عید کے آداب

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ. (حج:۳۲) یعنی اللہ کی بڑائی بیان کرو جیسا کہ اس نے تجھے بتایا ہے شاید کہ تم شکرگزار بنو۔

عید کے آداب حسب ذیل ہیں:

۱۔ تکبیر تشریق کہنا، وہ یہ ہے: اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

۲۔ نماز کے لیے نکلنے سے پہلے کچھ میٹھا کھانا، بہتر یہ ہے کہ تین یا پانچ کھجور کھائے، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن چند کھجور کھاتے، اور پھر دوپہر میں کھانا کھاتے۔

۳۔ اچھے اور صاف ستھرے لباس پہننا۔ ۴۔ عطر لگانا

۵۔ نماز کے لیے عیدگاہ جانا۔ (اگر عیدگاہ الگ نہ ہو اور مسجد ہی میں عید کی نماز ہوتی ہو تو دو رکعت 'تحیۃ المسجد' ادا کرے)

۶۔ باجماعت نماز ادا کرنا اور خطبہ سننا۔

۷۔ ایک راستے سے تکبیر کہتے ہوئے عیدگاہ جانا اور دوسرے راستے تکبیر کہتے ہوئے لوٹنا۔

۸۔ ایک دوسرے سے مصافحہ ومعانقہ کرنا اور یہ کہنا: تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَمِنْكَ. یعنی اللہ ہم سب کی عید کو قبول فرمائے۔

۹۔ آپسی اختلافات کو دور کرنا اور عفو ودرگذر میں پہل کرنا۔

فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ. جس نے اپنے بھائی کو معاف کیا اور صلح کی تو اللہ اس کا بدلہ دے گا۔

۹۔ رشتہ داروں اور پڑوسیوں سے ملاقات کے لیے جانا۔

۱۰۔ صدقہ فطر ادا نہ کیا ہو تو نماز سے پہلے ادا کرنا۔

۱۱۔ فقراء ومساکین کی حاجتوں کو پورا کرنا تاکہ وہ بھی عید کی خوشی میں برابر شریک ہوں، جیسے نئے کپڑے یا مٹھائیاں وغیرہ۔

نماز عید

نیت: نَوَيْتُ اَنْ اُصَلِّيَ رَكْعَتَيْ صَلَاةِ الْعِيْدِ مَعَ سِتَّةِ تَكْبِيْرَاتٍ وَاجِباً لِلّٰهِ تَعَالٰى اِقْتَدَيْتُ بِهٰذَا الْاِمَامِ مُتَوَجِّهًا اِلٰى جِهَةِ الْكَعْبَةِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ.

ترجمہ: نیت کی میں نے دو رکعت نماز عیدالفطر کی واجب چھ زائد تکبیروں کے ساتھ، واسطے اللہ تعالیٰ کے، پیچھے اس امام کے، منھ میرا کعبہ شریف کی طرف اللہ اکبر۔

ترکیب: نیت کر کے اللہ اکبر کہتے ہوئے ناف کے نیچے ہاتھ باندھ لے، پھر ثنا پڑھے، پھر تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے ہوئے کانوں کی لو تک ہاتھ لے جائے دو مرتبہ ہاتھ چھوڑ دے اور تیسری مرتبہ باندھ لے، امام کی قرأت سنے اور امام کے ساتھ ایک رکعت نماز پوری کرے۔

دوسری رکعت میں امام کی قرأت سنے پھر رکوع میں جانے سے پہلے تین بار اللہ اکبر کہتے ہوئے کانوں کی لو تک ہاتھ لے جائے اور چھوڑ دے اس کے بعد چوتھی مرتبہ اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع کرے اور امام کے ساتھ اپنی نماز پوری کرے۔

نماز کے بعد بڑے دھیان سے خطبہ سنے، کیونکہ خطبہ سننا واجب ہے، پھر اللہ سے دعا کرے۔

شیخ، مرید کا مشاطہ ہوتا ہے

سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا علیہ الرحمہ جنھیں پیار سے ''سلطان جی'' بھی کہا جاتا ہے سلسلۂ چشتیہ کے چوتھے بزرگ تھے اور انھیں شیخ فریدالدین گنج شکر کے جانشیں ہونے کا شرف حاصل تھا۔خواجہ نظام الدین اولیا کی پیدائش بمقام 'بدایوں' ۶۳۶ ہجری مطابق ۱۲۳۸ عیسوی میں ہوئی۔آپ کا اصل نام محمد بن احمد اور لقب نظام الدین ہے۔جب تک باحیات رہے خدمت خلق اور تبلیغ دین میں مصروف رہے اور بالآخر ۷۲۵ ہجری مطابق ۱۳۲۵ عیسوی میں خالق حقیقی سے جا ملے،ان کے ملفوظات سے مجلس پیش ہے۔ (ادارہ)

☆☆☆

ماہ مبارک رمضان کی نویں تاریخ جمعہ کو قدم بوسی کی سعادت سے مشرف ہوا،حاضرین میں سے کسی نے یہ بات بیان کی کہ ایک شخص تھا،بڑی صلاحیت والا اور درویشوں کی خدمت کا مشتاق۔اس سے میں نے کہا کہ تم خواجہ کے مرید کیوں نہیں ہوجاتے؟اس نے جواب دیا کہ میں ایک دفعہ بیعت کی نیت سے وہاں گیا تھا۔وہاں میں نے نفیس کپڑے بچھے ہوئے اور شمعیں جلتی ہوئی دیکھیں،میرا اعتقاد ڈانواڈول ہوگیا اور میں واپس چلا آیا۔

خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے جب یہ بات سنی تو حاضرین کی طرف دیکھا اور فرمایا یہاں جامہ ہائے خواب اور شمعیں کب تھیں؟اس کے بعد مسکرا کر فرمایا کہ چونکہ بیعت کی دولت اس کی قسمت میں نہ تھی تو اس کو ایسا ہی دکھایا گیا۔اس درمیان بندے نے عرض کی کہ جامہ ہائے خواب اور شمعیں اگر ہوں بھی تو اعتقاد کیوں خراب کیا جائے؟ زبان مبارک سے فرمایا: بعض کا اعتقاد ذرا سی چیز سے بدل جاتا ہے اور بعض کا اعتقاد مضبوط ہوتا ہے اور وہ ارادت میں پوری طرح پکا ہوتا ہے۔

پھر فرمان پیر کی نگہداشت کا ذکر آیا،فرمایا کہ ایک دفعہ شیخ الاسلام فریدالدین قدس سرہ العزیز ایک دعا ہاتھ میں لیے ہوئے تھے اور فرمارہے تھے کہ کوئی ہے جو اس دعا کو یاد کرلے! میں سمجھ گیا کہ ان کا مقصود یہ ہے کہ میں یاد کروں۔میں آداب بجالایا اور عرض کی کہ اگر حکم ہو تو بندہ یاد کرلے۔وہ دعا مجھے عطا فرمادی۔میں نے عرض کی کہ ایک دفعہ شیخ کے سامنے پڑھ لوں پھر یاد کروں۔ ارشاد ہوا ،پڑھو، جب میں نے پڑھا تو ایک اعراب کی اصلاح فرمائی کہ اس طرح پڑھو،جس طرح شیخ نے فرمایا تھا۔میں نے پڑھا، اگرچہ جس طرح میں نے پڑھا تھا وہ بھی معنی رکھتا تھا۔القصہ اسی وقت وہ دعا مجھے یاد ہوگئی۔میں نے عرض داشت کی کہ دعا یاد کرلی ہے حکم ہو تو پڑھوں۔ارشاد ہوا پڑھو! میں نے دعا سنائی اور وہ اعراب جو شیخ نے بتایا تھا اس کو اسی طرح پڑھا۔

جب شیخ کی خدمت سے باہر آیا تو مولانا بدرالدین اسحاق (علیہ الرحمہ) نے مجھ سے کہا کہ تم نے اچھا کیا کہ اعراب اسی طرح پڑھے جیسے شیخ نے بتائے تھے۔میں نے کہا اگر سیبویہ جو اس علم (نحو) کو وضع کرنے والا ہے اور وہ سب جو اس علم کے بانی ہوئے ہیں، آئیں اور مجھ سے کہیں کہ اعراب اسی طرح ہیں جس طرح تم نے پڑھے تھے تب بھی میں اسی

طرح پڑھوں گا جس طرح شیخ نے فرمایا ہے۔ مولانا بدرالدین نے کہا: یہ آداب جو تم ملحوظ رکھتے ہو، ہم میں سے کسی کو میسر نہیں!

پھر پیر کی بارگاہ کے آداب کا ذکر آیا، ارشاد ہوا کہ: میں نے شیخ الاسلام فریدالدین قدس سرہ العزیز سے سنا ہے کہ میں نے اپنی پوری زندگی میں ایک جرأت اپنے شیخ قطب الدین قدس سرہ العزیز کے سامنے کی تھی اور ہوا یہ کہ میں نے ایک دفعہ شیخ سے اجازت مانگی کہ چلّہ کروں اور گوشہ نشیں ہو جاؤں۔

شیخ فریدالدین قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ ضرورت نہیں ہے۔ اس سے شہرت حاصل ہوتی ہے۔ ہمارے خواجگان سے ایسی روایت نہیں ہے۔ میں نے جواب دیا کہ شیخ پر میرا حال روشن ہے کہ میری نیت شہرت کی ذرا بھی نہیں ہے، میں شہرت کے لیے نہیں کہتا۔

شیخ قطب الدین خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد باقی ساری عمر سخت شرمندہ رہا اور توبہ کرتا رہا کہ ایسا جواب کیوں دیا جو ان کے حکم موافق نہیں تھا۔

جب یہ حکایت پوری ہوگئی تو خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے قصہ سنایا کہ مجھ سے بھی ایک دفعہ شیخ کے سامنے بے ارادہ جرأت ہوگئی تھی اور ہوا یہ تھا کہ ایک روز عوارف کا نسخہ شیخ کے سامنے تھا۔ اس میں فوائد بیان فرما رہے تھے۔ شاید وہ نسخہ باریک خط میں لکھا ہوا اور کسی قدر خراب حالت میں تھا۔ شیخ اس کے بیان کرنے میں کسی قدر اٹکتے تھے۔ میں نے ایک دفعہ ایک دوسرا نسخہ شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دیکھا تھا، مجھے یاد آ گیا۔ عرض کیا کہ شیخ نجیب الدین کے پاس صحیح نسخہ ہے۔ شاید یہ بات خاطر گرامی پر گراں گزری۔ کچھ توقف فرمایا پھر زبان مبارک سے گویا ہوئے یعنی درویش میں سقیم نسخے کی صحت کی طاقت نہیں؟ ایک دوبار یہی بات زبان مبارک پر آئی اور میرے دل میں ذرہ برابر بھی خیال نہیں تھا کہ کس کے بارے میں فرماتے ہیں۔

اگر میں نے جان بوجھ کر اس نیت کے ساتھ یہ بات کہی ہوتی تو اپنے بارے میں سوچتا بھی کہ یہ بات مجھ سے متعلق ہے۔ جب دو تین بار یہ بات فرمائی تو مولانا بدرالدین اسحٰق (علیہ الرحمہ) نے مجھ سے کہا کہ شیخ یہ بات تمہارے بارے میں فرماتے ہیں۔ میں کھڑا ہو گیا اور سر ننگا کرلیا اور شیخ کے قدموں پر گر پڑا اور عرض کی کہ پناہ! واللہ جو اس بات سے میرا مقصود مخدوم کی طرف کنایۃً بھی رہا۔ میں نے ایک نسخہ دیکھا تھا، اس کا ذکر کر دیا تھا، میرے دل میں اور کوئی چیز نہیں تھی۔ ہر چند کہ میں معذرت کرتا رہا، ناخوشی کا اثر اسی قدر شیخ میں دیکھتا رہا، جب وہاں سے اٹھا تو سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کروں، کسی کو ایسا دن اور ایسا غم نہ ملے جیسا اس روز مجھے تھا۔ مجھے رونا آنے لگا، مضطرب اور حیران باہر آیا، یہاں تک کہ ایک کنویں پر پہنچا۔ چاہتا تھا کہ خود اس کو اس کنویں میں گرادوں پھر میں نے تأمل کیا اور اپنے آپ سے کہا کہ تم تو گدائے مردہ ہو، اپنے آپ کو مردہ ہی سمجھو مگر یہ بدنامی کسی اور پر نہ آئے۔

اس حیرت و حسرت میں سراسیمہ ہو کر باہر جنگل کی طرف نکل گیا اور آپ ہی آپ گریہ وزاری کرتا رہا، اللہ ہی جانتا ہے کہ اس وقت میرا کیا حال تھا۔ الغرض شیخ کے ایک صاحبزادے تھے شہاب الدین لقب، میرے اور ان کے درمیان محبت کا تعلق تھا ان کو اس حال کی خبر ہوئی، شیخ کی خدمت میں گئے اور میری کیفیت عمدگی سے خدمت میں عرض کی، حضرت شیخ نے اپنے صاحبزادے محمد کو مجھے بلانے کے لیے بھیجا۔ میں آیا، سر قدم مبارک میں رکھ دیا، اس وقت خوش ہوئے۔ دوسرے روز مجھے سامنے بلایا اور بہت شفقت اور رحمت فرمائی اور ارشاد ہوا کہ یہ سب تمہارے کمال حال کے لیے کرتا ہوں۔ یہ لفظ اس روز حضرت سے میں نے سنا کہ پیر مرید کا مشاطہ ہوتا ہے۔ اس وقت مجھے خلعت عطا ہوا اور اپنے خاص

اسرارالتوحید

شیخ ابوسعید فضل اللہ بن ابی الخیر محمد بن احمد میہنی علیہ الرحمۃ والرضوان پانچویں صدی ہجری کے مشہور بزرگ اور نظریۂ وحدۃ الوجود کے مبلغین میں سے ایک اہم ہستی ہیں۔ ان کی پیدائش ''خراسان'' کے ''میہنہ'' گاؤں میں ۳۵۷ ہجری کو ہوئی اور ۴۴۰ ہجری میں اسی جگہ وفات پائی۔ ''**اسرار التوحید فی مقامات ابی سعید**'' ان کی شخصیت اور ارشادات پر مشتمل ہے جو شیخ محمد بن منور نے ترتیب دی ہے۔ یہ کتاب دنیائے تصوف کی مستند کتابوں میں سے ایک ہے۔ اس کا ترجمہ بنام ''**اذکار السعید**'' مولانا رکن الدین سعیدی نے کیا ہے جسے عام افادیت کے لیے پیش کیا جارہا ہے۔ **ادارہ**

لباس سے مشرف فرمایا۔ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.

اگر مجھ دعا گو سے انسانی بھول چوک کے ناطے کوئی لغزش یا کوئی خطا سرزد ہوگئی ہو، اور دنیا پر اصابت فکر ونظر کے ساتھ حکمرانی فرمانے والے عالم وعادل، دائم السلطنت بادشاہ والا جاہ اس سے واقف ہوجائیں تو حسب توقع انتہائی شاہی لطف وکرم کے ساتھ میری ہفوات پر درگزر اور چشم پوشی کا قلم چلادیں اور اپنے بادشاہانہ فضل کے طفیل اس کی پردہ پوشی در پردہ پوشی فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ سایۂ حق کا کام دینے والی اس حکومت کے آفتاب کو قیامت قائم ہونے تک تابندہ اور درخشاں رکھے، اور زوال بادشاہی کے گرہن سے اس سورج کو پاک ومحفوظ فرمادے اور اپنے زمانے کے سلاطین کے آفتاب اور معاصر میں موجود بادشاہوں کے خورشید ہمارے بادشاہ کے سایۂ عدل وانصاف کو ہمیشہ رعایا کے دبے کچلے لوگوں اور تمام ماتحتوں کے سروں پر درخشاں وبرقرار رکھے اور عالم فانی کی حکومت وبادشاہت کو ہمیشہ رہنے والی دنیا کی مملکت وسلطنت کے ساتھ جوڑ دے اور اس عادل بادشاہ کے دینی اور دنیوی مصالح ومفادات سے جو چیز بھی تعلق رکھتی ہو، محض اپنے فضل وکرم سے اسے بہ آسانی فراہم کردے۔

وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى نَبِيِّهٖ مُحَمَّدٍوَّاٰلِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَحَسْبُنَااللّٰهُ وَحْدَهٗ وَهُوَ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ الْمُعِيْنُ.

پہلا باب

یہ ہمارے شیخ ابوسعید بن ابوالخیر قدس اللہ روحہ العزیز کی زندگی کے ابتدائی حالات کے بیان پر مشتمل ہے۔

ذہن میں یہ بھی رہے کہ ہمارے شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ روحہ العزیز نے اپنی ذات کے لیے کبھی بھی 'میں' یا 'ہم' جیسے الفاظ استعمال نہیں فرمائے، انھوں نے جہاں بھی اپنا ذکر کیا

ہے ہر جگہ بالالتزام یہ کہا ہے کہ: ''ان لوگوں نے ایسا فرمایا ہے اوران حضرات نے ایسا کیا ہے۔''

اگر یہ دعا گو اس مجموعے میں شیخ کی ترجمانی ان ہی الفاظ سے کرے جو شیخ کی مبارک زبان سے جاری ہوئے ہیں اور حصول برکت کی نیت سے سلسلۂ کلام شیخ کی روش پر استوار کرے، لازماً عام ناظرین کی سمجھ سے وہ عبارتیں باہر ہو جائیں گی، کچھ قارئین بلکہ زیادہ تر اشخاص کلام کی ترتیب اور معانی و مطالب سے استفادہ میں غلطی کا شکار ہو جائیں گے اور مسلسل اپنے دل و دماغ میں اس مطلب کو محفوظ نہ رکھ پائیں گے کہ شیخ نے 'ان حضرات' کہہ کر اپنی ذات مراد لی ہے۔

عام طور سے ایسا کر لینا لوگوں کے لیے دشواری سے خالی نہیں، بالخصوص وہ لوگ الجھاؤ کا شکار ہو جائیں گے جنھوں نے کتاب کا انتباہ نہیں پڑھا ہے اور جس سے وہ سراسر لاعلم ہیں، اس لیے اس دعا گو نے ہر اس جگہ 'ہم' سے تعبیر کی ہے جہاں شیخ نے ''ان حضرات'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اس ترمیم کے لیے ہم معذور ہیں، وجہ یہ ہے کہ اپنی ذات کے متعلق 'ہم' استعمال کرنا لوگوں میں عام اور معروف ہے اور قارئین کی فہم و علم سے قریب بھی ہے۔ اس وضاحت کے ساتھ ہم اس امر کی وضاحت ضروری سمجھتے ہیں کہ ہم جس مقام پر بھی شیخ کے لیے 'ہم' استعمال کریں گے وہاں شیخ کا استعمال کردہ مبارک لفظ 'ان حضرات' ہی ہے، عقلمند کے لیے اشارہ کافی ہے۔

قارئین کے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ ہمارے شیخ قدس اللہ روحہ العزیز کے والد کو 'ابوالخیر' کہتے تھے اور 'میہنہ' میں ان کو 'بابو ابوالخیر' کہتے تھے، ان کا ذریعۂ معاش عطر فروشی تھا، وہ پرہیزگار اور دیندار انسان تھے، ان کی نشست ہمیشہ صاف دل اور مردان طریقت حضرات کے ساتھ ہوا کرتی تھی۔

شیخ کی پیدائش اوائل محرم الحرام بروز اتوار سنہ ۳۵۷ ہجری میں ہوئی، ہمارے شیخ کے والد 'میہنہ' میں برابر اصحاب طریقت کی ایک معزز جماعت کی مجالس کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ طریقہ یہ تھا کہ ہفتہ کے اندر ہر رات اس معزز جماعت کے افراد میں سے کسی صاحب کے گھر لوگ جمع ہو جاتے، اگر کوئی عزیز رشتہ دار یا مسافر آ جاتا اُسے بھی شریک مجلس کر لیتے، جب انعقاد مجلس کی غرض کے تحت کام انجام تک پہنچا دیتے اور نماز نیز اوراد اور وظائف سے فارغ ہو جاتے، تب سماع کی مجلس کا آغاز کرتے۔

ایک رات بابو ابوالخیر درویشوں کے یہاں مدعو تھے، شیخ کی والدہ علیہا الرحمہ نے ان سے التماس کی کہ ابوسعید کو ساتھ لیتے جایئے، تاکہ اس پر درویشوں اور معززین کی نظر پڑے، بابو ابوالخیر شیخ کو اپنے ہمراہ لے گئے، وہ اور دیگر درویش سماع میں مشغول ہوئے اور جب قوال نے یہ شعر پڑھا:

ایں عشق بلی عطائے درویشانست
خود را کشتن ولایت ایشانست
دینار و درہم نہ زینت مردانست
جان کردہ نثار کار آں مردانست

یہ عشق یہاں درویش حضرات کی عطا ہے، خود کو مار ڈالنا ان کی ولایت و ریاست ہے، دینار و درہم جوہر مردانگی کے

حاملین کی زینت نہیں ہے، بلکہ ان مردان خدا کا کام جان قربان کردینا ہے۔

درویشوں پر ایک عظیم حال طاری ہوگیا، اوراسی وجدو وارفتگی کی حالت میں اس رات فجر تک وہ لوگ اس شعر پر رقص کرتے رہیں، قوال کے ذریعے اس شعر کی بکثرت تکرار ہونے سے شیخ نے اسے یادکرلیا، جب گھر واپس آئے، شیخ نے والد ماجد سے عرض کیا کہ وہ اشعار جو قوال نے پڑھا تھا اوران کوسنکر درویش حضرات وجد میں آگئے تھے کیا معنی رکھتے ہیں؟

شیخ کے والد نے فرمایا: خاموش رہو، اس لیے کہ تم ان کے معانی کا ادراک نہیں کر سکتے، تم کو ان اشعار سے کیا غرض؟ پھر ایک مدت گزرنے کے بعد جب شیخ کی استعداد اس درجہ تک پہنچ گئی اور والد ماجد بابو ابوالخیر اللہ کا وصال ہو گیا تو شیخ اپنی بات چیت میں ان اشعار کو خوب پڑھا کرتے اور فرماتے کہ آج بابو ابوالخیر باحیات ہوتے تو ہم ان کو بتاتے کہ آپ کو خود معلوم نہیں ہوا کہ آپ نے اس وقت دوران سماع کیا سنا تھا۔

لوگوں نے بتایا ہے کہ ہمارے شیخ کے والد، سلطان محمود کو بڑا دوست سمجھتے تھے، سلطان نے 'میہنہ' کے اندر ایک حجرہ تعمیر کرایا تھا، جواب بھی ''شیخ کی سرائے'' کے نام سے مشہور ہے، اس عمارت کی دیوار پر سلطان نے اپنے نام کے ساتھ اپنے خدام، معاونین، محافظین، ہاتھیوں اور دیگر سواریوں کے نام اوران کے ذکر کو نقش کرایا ہے۔ ابھی شیخ کم عمر ہی تھے کہ انھوں نے اپنے والد ماجد سے مطالبہ کیا کہ اس سرائے میں میرے لیے ایک اندرونی حجرہ تیار کرادیجئے، جو صرف میرے استعمال میں رہے گا، اس میں کوئی بھی کسی طرح کے تصرف کا مجاز نہیں ہوسکتا، ان کے والد نے سرائے کے بالائی حصے میں ان کی خاطر ایک حجرہ بنادیا وہی شیخ کا محراب عبادت تھا۔ جب یہ تعمیر ہو چکا اور رنگ روغن بھی ہو گیا تو شیخ نے فرمایا کہ اس کی ہر دیوار اور چھت کے پورے حصے پر اللہ اللہ اللہ لکھ دیا جائے، ان کے والد نے استفسار کیا کہ میاں صاحبزادے یہ کیا ہے؟

شیخ نے جواب دیا کہ عام طور پر ہر شخص اپنے گھر کے در و دیوار پر اپنے امیر کے نام ہی کی تختی کندہ کرواتا ہے، یہ جواب سن کر ان کے والد بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اس سرائے کی دیواروں پر جو کچھ لکھا ہوا ہے سب کو مٹادیا جائے، اس کے بعد والد محترم نے پھر کبھی شیخ کے بارے میں کسی اور نظر سے نہ دیکھا اور نہ صرف یہی بلکہ شیخ کے معمولات سے انھوں نے

ماہنامہ خضر راہ
بہت تیزی کے ساتھ پسندیدہ رسالہ بنتا جارہا ہے
جلد ایجنسی کے لیے رابطہ کریں
ایک شہر میں ایک ہی ایجنسی دی جائے گی
جو پہلے ایجنسی حاصل کریں گے ان کو ترجیح دی جائے گی
Mob: 09312922953, E-mail: khizrerah@gmail.com

امام شعرانی

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ

دلی سکون بھی پایا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اَصْحَابِی کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمْ اِقْتَدَ یْتُمْ اِهْتَدَ یْتُمْ۔ (جامع الاصول)

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے تم جن کی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

ان ہی ستاروں میں ایک ستارہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ذات پاک ہیں۔ آپ علم و فضل کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ آپ کے شاگردوں میں ممتاز فقہا اور محدثین کا شمار ہوتا ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ کا سلسلہ تلمذ بھی آپ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے ممتاز شاگرد حضرت علقمہ بن قیس، ان کے شاگرد حضرت ابراہیم نخعی، ان کے شاگرد حضرت حماد بن ابی سلمان اور ان کے شاگرد امام اعظم ابوحنیفہ ہیں۔ (ادارہ)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راز دار ہونے کا شرف بھی حاصل ہے، سفر میں ہمیشہ ساتھ ساتھ رہتے اور خدمت کا فریضہ انجام دیتے، جیسے تکیہ، مسواک، نعلین مبارک اور وضو کا پانی لا کر دیتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نعلین پہناتے اور عصا مبارک لے کر آگے چلتے یہاں تک کہ حجرے میں داخل ہوتے۔ جب نبی کریم اپنی نشست گاہ میں جلوہ افروز ہوتے تو حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نعلین پاک اتار کر اپنے دونوں بازوؤں کی آستینوں میں رکھ لیتے اور عصا پیش فرماتے۔

آپ کی پنڈلیاں پتلی تھیں، بعض صحابہ کرام آپ کی پنڈلیوں کے پتلے پن پر ہنستے، اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ یہ دونوں پنڈلیاں میزان میں احد پہاڑ سے بھی زیادہ وزنی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی رات کی قرأت سنتے تو فرماتے کہ جسے پسند ہو کہ قرآن کریم بالکل اسی انداز سے پڑھے جیسے کہ نازل ہوا تو وہ عبداللہ ابن مسعود کی قرأت کے مطابق پڑھے۔ آپ نفلی روزے کم رکھتے اور نماز زیادہ پڑھتے، جب اس تعلق سے پوچھا گیا تو فرمایا:

جب میں روزے رکھتا ہوں تو نفلی نماز کی ادائیگی سے کمزور ہو جاتا ہوں جب کہ میرے نزدیک نماز اہم ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دعا مانگتے سنا جو کہہ رہا تھا اے اللہ! میں پسند کرتا ہوں کہ مقربین میں سے ہو جاؤں اور مجھے صرف اصحاب یمین سے ہونا پسند نہیں تو انھوں نے فرمایا: یہاں ایک شخص (سے مراد اپنی ذات) ایسا بھی ہے جو تمنا رکھتا ہے کہ جب فوت ہو جائے تو قیامت کے دن اسے اٹھایا نہ جائے۔

جب بیمار ہوئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ کی بیمار پرسی فرمائی، پوچھا: آپ کو کیا تکلیف ہے؟ جواب دیا: گناہوں کی۔ فرمایا: کیا چاہتے ہیں؟ کہا اپنے رب کی رحمت۔ فرمایا: کیا کسی ڈاکٹر کو علاج کے لیے بھیج دوں؟ کہا: ڈاکٹر ہی

نے تو بیماری دی ہے۔فرمایا: کسی عطیہ کا حکم دوں؟ کہا: مجھے اس کی ضرورت نہیں۔فرمایا: آپ کی بچیوں کے کام آئے گا۔

کہا: کیا آپ کو میری بچیوں کی مفلسی کا خطرہ ہے؟ جبکہ میں نے انھیں حکم دے رکھا ہے کہ وہ ہر شب ''سورۂ واقعہ'' کی تلاوت کیا کریں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص ہر رات ''سورۂ واقعہ'' پڑھا کرے گا وہ کبھی فاقہ سے نہیں رہے گا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص بادشاہ کے پاس اپنے دین سمیت جاتا ہے اور نکلتے وقت اس کا دین اس کے ساتھ نہیں ہوتا، کیونکہ وہ اس بات کے درپے ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے، اپنے عمل کے ساتھ یا چپ رہ کر، یا اپنے عقیدے کے ساتھ۔

فرماتے ہیں کہ کوئی شخص رکن اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑے ہو کر ستّر برس تک عبادت کرے، اس کے ساتھ ساتھ وہ کسی ظالم سے محبت بھی کرتا ہو تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے اسی شخص کے ساتھ اٹھائے گا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔(یعنی جس ظالم سے محبت کرتا ہے۔)

تعلیمات و ارشادات

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ عام انسانوں کو تعلیم و ہدایت کی دعوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

☆علم کثرت روایت سے نہیں، بلکہ علم تو خوف خدا سے حاصل ہوتا ہے۔

☆دنیا سے صفائی رخصت ہوگئی (یعنی پاک لوگ نہ رہے) اور کدورت (یعنی بغض و نفرت) باقی رہ گئی ہے اور آج موت مسلم کا تحفہ ہے۔(اس لیے فتنوں سے سلامتی کے لیے موت کی تمنا کرنا ممنوع نہیں، بلکہ دراصل اس سے ایمان کی حفاظت مقصود ہے۔)

☆انسان ایمان کی حقیقت تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ اس کے اعلیٰ مقام تک نہ پہنچے اور وہ اس کے اعلیٰ مقام تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ اس کے نزدیک فقر، مالداری سے زیادہ محبوب نہ ہو، اور تواضع و عاجزی اپنی برتری اور بڑائی سے زیادہ محبوب نہ ہو، یہاں تک کہ اس کی تعریف کرنے والے اور مذمت کرنے والے، اس کے نزدیک برابر ہوں۔

اس کی تفسیر آپ کے شاگردوں نے اس طور پر کی ہے کہ اسے فقر کے ساتھ حلال رزق، مالداری سے زیادہ محبوب ہو، اور اللہ کی طاعت میں تواضع، اسے اللہ تعالیٰ کی معصیت کے ساتھ دنیا میں عزت پانے سے زیادہ محبوب ہو، یہاں تک کہ حق بات میں اس کی تعریف اور مذمت کرنے والے برابر ہوں، اپنی تعریف کرنے والے کی طرف، اپنی مذمت کرنے والے کے مقابلے میں زیادہ مائل نہ ہو۔

☆تم میں سے ایک شخص آگ کا انگارا منہ میں رکھ لے یہاں تک کہ وہ بجھ جائے، یہ اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ جس کام کا فیصلہ اللہ رب العزت نے فرمادیا، اس کے متعلق وہ کہے کہ اے کاش! یہ کام نہ ہوتا۔

☆تم اصحاب رسول کی نسبت لمبی نمازوں اور زیادہ مجاہدے والے ہو، جب کہ وہ حضرات دنیا میں تم سے زیادہ زاہد (بے رغبت) اور آخرت کی طرف تم سے زیادہ رغبت رکھنے والے تھے۔

(یہ مضمون الطبقات الکبریٰ سے تلخیصاً ماخوذ ہے۔)

مولاناضیاء الرحمن علیمی

توحید اور شرک

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُلَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ. (اخلاص:۱-۴)

ترجمہ: آپ فرمادیجئے وہ اللہ ایک ہے جو یکتا ہے، وہی مقصود حقیقی ہے، نہ اس سے کسی کی ولادت ہوئی اور نہ اس کی کسی سے ولادت ہوئی اور نہ کوئی اس کا ثانی اور ہم پلّہ ہے۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لاَ يَغْفِرُ أَن يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَن يَّشَاءُ. (نسا:۴۸)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کی مغفرت نہیں فرمائے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم تر جو بھی گناہ ہو جس کے لیے چاہتا ہے مغفرت فرما دیتا ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بُنِيَ الإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ أَن لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ وَصَومِ رَمَضَانَ. (مسلم، الایمان)

ترجمہ: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج ادا کرنا اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔

توحید کی تعریف اور قسمیں

توحید کی شہادت کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنے دل کی گہرائیوں سے اس بات کی شہادت دے کہ اس پوری کائنات میں صرف ایک ہی ہستی عبادت کے لائق ہے، نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے نہ اس کی صفات میں، نہ اس کے افعال اور نہ اس کے ساتھ اسما میں کوئی شریک ہے۔

ذات میں اس کا کوئی شریک نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ذات واجب الوجود نہیں، اس کا کوئی ثانی اور ہم پلہ نہیں، اس کے لیے والدین، بیوی اور اولاد نہیں۔

صفات میں اس کا کوئی شریک نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ جو صفتیں اللہ کے ساتھ خاص ہیں اس میں اس کا کوئی شریک نہیں، مثلا یہ کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے، وہ معبود ہے، وہی قادر ہے، وہی عالم ہے اور وہی اس لائق ہے کہ اس سے دعا مانگی جائے۔

افعال میں اس کا کوئی شریک نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ جو افعال اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں ان میں اس کا کوئی شریک نہیں، مثلا اللہ تعالیٰ ہی کائنات کو وجود میں لانے والا ہے، اس کو نیست و نابود کرنے والا ہے، زندگی دینے والا ہے، موت سے ہم کنار کرنے والا ہے۔

اسما میں اس کا کوئی شریک نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ ذات وصفات اور افعال کے اعتبار سے شرک و دوئی سے پاک ہے اسی طرح وہ اپنے اسما میں شرکت اور دوئی سے پاک ہے۔

توحید کے دلائل

۱۔ توحید ذاتی، اس کی وضاحت کرتے ہوئے اللہ فرماتا ہے:

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا. (انبیا:۲۲)

ترجمہ: اگر زمین وآسمان میں اللہ کے سوا کئی معبود ہوتے

تو زمین وآسمان دونوں درہم برہم ہو چکے ہوتے۔

۲۔توحید صفاتی،اللہ تعالیٰ نے الگ الگ مقامات پر اپنی مختلف صفتوں کا بیان کیا ہے اور شرک صفاتی کا رد فرمایا ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ہے: إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ . (یوسف:۴۰)

ترجمہ:حکم کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اسی نے حکم فرمایا ہے کہ تم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو۔

یہاں عبادت جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص صفت ہے اس کی توحید کا بیان اور عبادت میں کسی کو شریک کرنے کی نفی ہے،اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ . (انعام:۵۹)

ترجمہ:اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں،انھیں اس کے سوا خود سے کوئی نہیں جانتا۔

یہاں بیان کیا گیا ہے کہ عالم الغیب فقط اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور کسی غیر کو عالم الغیب نہیں کہا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰهِ أَحَدًا. (جن:۱۸)

اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔

یہاں یہ بیان کیا گیا ہے کہ فقط اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کی دعاؤں کو قبول فرمانے والا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لیے یہ عقیدہ نہ رکھا جائے کہ وہ دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔

۳۔توحید افعالی،اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ. (یس:۸۲)

ترجمہ:اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کو وجود بخشنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے لیے کہتا ہے کن (ہو جا)،چنانچہ وہ چیز ہو جاتی ہے۔

۴۔توحید اسمائی،اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا. (مریم:۶۵)

ترجمہ:وہ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں کے مابین ہے اس کا رب ہے، چنانچہ اس کی عبادت کیجیے اور اس کی عبادت میں ثابت قدم رہیے،کیا آپ کو اس کا کوئی ہم نام معلوم ہے؟

مختصر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو واجب الوجود مان لیا جائے اس کا کوئی ہم پلہ قرار دے دیا جائے یا اس کے غیر کے لیے ان صفتوں کو،ان افعال اور ان اسما کو ذاتی اور مستقل سمجھ کر ثابت کیا جائے تو یہ شرک ہے۔

لیکن خیال رہے کہ صرف اسما میں شرکت کی وجہ سے کسی امر کو شرک نہیں قرار دیا جا سکتا ہے۔

عبادت اور تعظیم میں فرق:

بہت سے لوگ عبادت اور تعظیم کو ایک ساتھ ملا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تعظیم کسی بھی طرح کی ہو وہ عبادت ہے اسی لیے مخلوق کی تعظیم شرک ہے، یہ سوچ درست نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو سجدے کا حکم دے کر حضرت آدم کی تعظیم کا حکم دیا تھا ان کی عبادت کا نہیں۔سورۂ یوسف میں بھی جو حضرت یوسف کے لیے سجدے کا ذکر ہے اس کا مقصود بھی ان کی فضیلت کا ظاہر کرنا ہے نہ کہ عبادت کرنا،خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا لِّتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ. (فتح:۸-۹)

ترجمہ:بے شک ہم نے آپ کو گواہ،خوشخبری سنانے والا اور برے انجام سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تا کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور ان کی مدد کرو اور ان کی تعظیم کرو۔

واسطه اور وسیله شرک نهیں

بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو واسطے اور وسیلے کی

حقیقت سے واقف نہیں اسی لیے وہ مطلق حکم لگاتے ہیں کہ ہر واسطہ شرک ہے اور واسطہ اختیار کرنے والوں کو، اُن مشرکین کی طرح سمجھتے ہیں جو یہ کہتے تھے کہ:

مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى. (زمر:۳)

ترجمہ: ہم توان بتوں کی پوجا صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ سے قریب کردیں۔

ایسے لوگوں کی سوچ وفکر میں کجی ہے کیوں کہ مشرکین کا شرک واسطہ اور وسیلہ اختیار کرنے کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ وہ ان بتوں کی عبادت کرتے تھے اور ان کو وہ اللہ کے علاوہ رب بھی جانتے تھے، جیسا کہ آیت کے الفاظ سے بھی ظاہر ہے، ان مشرکین کا وسیلہ اور واسطہ شرکیہ تھا جب کہ مومنین کا وسیلہ شرکیہ نہیں ہوتا بلکہ وہ تو شرک کے شائبوں سے بھی پاک ہوتا ہے، ایسے ہی وسیلے کی تلاش کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ. اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ (مائدہ:۳۵)

اس آیت میں ظاہراً وسیلہ نیک اعمال اور صالحین دونوں کو عام ہے، اب اگر کوئی اس کا انکار کرتا ہے تو اس کے لیے کسی شرعی دلیل یا شرعی وجہ کا ہونا ضروری ہے جو موجود نہیں، یوں ہی اولیاء اللہ کو من دون اللہ (غیر اللہ) کے زمرے میں شامل کرنا درست نہیں کیوں کہ من دون اللہ کے مفہوم میں یہ شامل ہے کہ وہ اللہ کا غیر ہو، اور اللہ کی بارگاہ میں ذلیل ہو، جب کہ اولیاء اللہ اس معنی میں اللہ کے غیر نہیں ہوتے ہیں کہ وہ اللہ سے دور کرنے والے ہوں اور نہ اللہ کی بارگاہ میں کمتر ہوتے ہیں بلکہ وہ مقرب اور محبوب ہونے کی وجہ سے اللہ والوں میں شمار ہوتے ہیں، جیسا کہ حضرت ابراہیم کے بارے میں ارشاد باری ہے:

وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيهًا. (مریم:۸۱)؟؟

اور ابراہیم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وجاہت والے ہیں۔

کیونکہ اللہ، انبیا اور مومنین ہی عزت والے ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ. (منافقون:۸)

اور درحقیقت عزت اللہ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے اور مومنین کے لیے۔

کیا اب بھی ہم اللہ والوں کو من دون اللہ (جس کے مصداق بت ہیں) میں شامل کریں گے؟ ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ. (قلم:۳۵)

ترجمہ: کیا ہم اطاعت گزاروں کو مجرموں کی صف میں شامل کردیں گے؟

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی عطا سے غیر مستقل طور پر کسی اور کے لیے فیض پہنچانے، تصرف کرنے، کوئی چیز عطا کرنے اور کسی کی مشکل کو دور کرنے کی مجازی نسبت کی جائے تو یہ شرک نہیں، کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ میرا بندہ مسلسل نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں پھر اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں ضرور اسے عطا کرتا ہوں۔ (صحیح بخاری: کتاب الرقاق)

حاصل کلام یہ ہے کہ عقیدۂ توحید کا اقرار اور شرک سے بیزاری ایمان کی بنیاد ہے، لیکن چونکہ بندہ اپنے ایمان وعمل کے ہر حصے میں ہمیشہ اپنے رب کی ہدایت کا محتاج ہے، اس لیے یہ التجا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں عقیدۂ توحید پر مضبوطی سے

مولانا اشتیاق عالم مصباحی

اللہ حاضر و ناظر ہے

قائم رکھے، ہر شرک سے پاک وصاف رکھے اور صالحین کی تعظیم وتوقیر کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

کہا جاتا ہے کہ شراب، شباب اور کباب یہ تین چیزیں جب ایک ساتھ جمع ہو جاتی ہیں تو لطف دوبالا ہو جاتا ہے، شراب کے نشے میں دھت ہو کر انسان سارے جہاں سے بے خبر ہو جاتا ہے پھر شباب اسے شیطانیت کی دعوت دیتا ہے اور کباب گناہوں سے لطف اندوز ہونے میں مدد کرتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے پورا جہاں ان تینوں کا رسیا تھا، شراب کا بہتر سے بہتر انتظام کیا جاتا تھا اور رقص وسرود کی محفلیں گرم ہوتی تھیں، پھر مت پوچھئے جھوٹی تعریف، ایک دوسرے پر فخر وغرور، ظلم وزیادتی، عورتوں کو لاتعداد طلاق، یعنی ہر صبح ایک عورت کا سہاگ اجڑتا تو ہر شام ایک نئی عورت کی مانگ سجائی جاتی تھی۔

جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد ہوئی تو ایک انقلاب برپا ہو گیا، دنیا اپنے حقیقی معبود کی طرف لوٹی، کفر وشرک اور ظلم ومعصیت کا خاتمہ ہوا، اور یوں پوری فضا اللہ کے فضل سے امن وشانتی کا گہوارہ ہو گئی۔

لیکن آج پھر چائے نوشی کی طرح شراب نوشی ہو رہی ہے، نامحرم سے باتیں کرنا اور ان سے ملنا فیشن سمجھا جا رہا ہے، عریانیت عام ہو رہی ہے، جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ بنایا جا رہا ہے، معصیت پسند اور گناہوں کو بڑھاوا دینے والا سماج میں اچھا اور عزت دار سمجھا جا رہا ہے، جبکہ اطاعت پسند حضرات کو برا خیال کیا جا رہا ہے اور ان سے ملنا جلنا معیوب سمجھا جا رہا ہے، حاصل یہ کہ گناہ کو گناہ سمجھنے کے لیے کوئی تیار نہیں ہے، ہر شخص کو دعویٰ جنتی، ایماندار اور برحق ہونے کا ہے، لیکن اعمال نافرمانوں جیسا ہے، گویا یہ ان لوگوں کی طرح ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِين. (بقرۃ:۸)

ترجمہ: اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور قیامت پر ایمان لائے، حالانکہ وہ ایمان والے نہیں ہیں۔

آخر یہ کس گمان میں برائی پہ برائی کیے جا رہے ہیں، کیا یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ ہمیں نہیں دیکھ رہا ہے؟ معاذ اللہ!

حضرت لقمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بیٹے کو سب سے پہلے شرک سے بچنے کی وصیت کی، اس کے بعد ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ اور ہمدردی کا درس دیا پھر فرمایا:

يَا بُنَيَّ إِنَّهَا إِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمٰوَاتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللّٰهُ إِنَّ اللّٰهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ. (لقمان:۱۶)

اے میرے بیٹے! برائی اگر چہ رائی کے دانے کے برابر ہو اور وہ پتھر کی چٹان میں یا آسمانوں میں یا زمین میں کہیں بھی ہو، اللہ اسے لے آئے گا یعنی ظاہر کر دے گا بے شک اللہ تعالیٰ

باریک سے باریک چیز کا جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ برائی سے کیسے بچا جائے؟ تو برائی سے بچنے کی سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ بندہ اپنے دل میں صرف ایک تصور جمالے وہ گناہوں سے بہ آسانی بچ سکتا ہے بلکہ گناہ اس کے قریب بھی نہیں بھٹکے گا وہ تصور' اللہ کا تصور ہے' جو ہر پل پوری کائنات کو احاطہ کیے ہوئے ہے، سب کچھ اسی کے قبضہ وقدرت میں ہے، وہ آدمی کے دل کی ہر بات جانتا ہے، بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی چیزوں کی بھی خبر رکھتا ہے، سب کی ضرورتوں سے بھی واقف ہے، آہستہ اور بلند آواز سب کو یکساں سنتا ہے، جب چاہے جسے چاہے اور جہاں چاہے انسان کی روح قبض کر لیتا ہے، وہ پل بھر کے لیے بھی انسان اور اس کے احوال سے غافل نہیں ہے، ارشاد باری ہے:

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُم. (حدید:۴)

تم جہاں کہیں بھی رہو اللہ تمہارے ساتھ ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

أَفْضَلُ الإِيمَانِ أَنْ تَعْلَمَ أَنَّ اللّٰهَ مَعَکَ حَيْثُما كُنْتَ. (طبرانی)

سب سے بہتر ایمان یہ ہے کہ تمھیں یہ یقین ہو کہ تم جہاں کہیں بھی ہو، اللہ تمہارے ساتھ ہے۔

قرآن مقدس کی متعدد آیات ہیں جو ہر غافل انسان کو جھنجھوڑتی ہیں اور ایسے اعمال کی دعوت دیتی ہے جو اُسے قرب کے اعلیٰ مقام تک پہنچا دے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے:

يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ. (حدید:۴)

جو زمین کے اندر جاتا ہے اور جو اس سے باہر آتا ہے اور جو آسمان سے اترتا ہے اور اس کی طرف چڑھتا ہے، ان سب کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے، تم جہاں بھی رہو اللہ تمہارے ساتھ اور تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

چنانچہ زمین میں بارش کے قطرے، دانے، خزانے اور جتنے بھی مردے دفن کیے جاتے ہیں اور جتنے پیڑ، پودے اور خزانے زمین سے نکلتے ہیں اور جس قدر چشمے بہتے ہیں سب اللہ کے علم میں ہیں۔ آسمان سے بارش ہوتی ہے، بندوں کو رزق ملتا ہے، یا فرشتے زندگی اور موت کا پیغام لے کر اترے ہیں، آسمان کی جانب بندوں کی عبادتیں، مخلوق کی دعائیں، مومن کی روحیں، زاہدوں کے نامۂ اعمال جو بلند ہوتے ہیں، اللہ ان تمام چیزوں سے خوب واقف ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

يُرْفَعُ إِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارِ، وَعَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ عَمَلِ اللَّيْلِ. (صحیح مسلم)

ترجمہ: دن ہونے سے پہلے رات کا عمل اور رات ہونے سے پہلے دن کا عمل اللہ کی بارگاہ میں پیش کر دیا جاتا ہے۔

بعض مفسرین کرام نے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ: 'زمین' سے مراد انسان کا دل ہے، اللہ دل کے صلاح وفساد کو جانتا ہے اور 'وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا' سے مراد قسم قسم کی عبادتیں ہیں جن کے آثار وانوار جسم پر ظاہر ہوتے ہیں 'وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ' سے مراد اللہ کے بتائے ہوئے طریقے اور آداب

ہیں اور وَمَا یَعْرُجُ فِیھَا، سے مراد وہ ذکر واذکار ہیں جو اللہ کے حضور پیش کیے جاتے ہیں۔ (تفسیر تستری)

ایک مقام پر اللہ تبارک وتعالیٰ بندوں سے یوں خطاب فرماتا ہے:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْأَرْضِ مَا یَکُونُ مِنْ نَجْوٰی ثَلٰثَةٍ إِلَّا ھُوَ رَابِعُھُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا ھُوَ سَادِسُھُمْ وَلَا أَدْنٰی مِنْ ذٰلِکَ وَلَا أَکْثَرَ إِلَّا ھُوَ مَعَھُمْ أَیْنَ مَا کَانُوْا. (مجادلہ:۷)

ترجمہ: کیا تم نے نہیں سنا کہ آسمان وزمین میں جو کچھ ہے اللہ اسے جانتا ہے، جہاں کہیں تین شخص سرگوشی یعنی چپکے چپکے بات کرتے ہوں تو ان کے ساتھ چوتھا اللہ ہوتا ہے اور پانچ کرتے ہوں تو چھٹا اللہ ہوتا ہے اور اس سے کم ہوں یا زیادہ مگر اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے وہ جہاں کہیں بھی ہوں۔

اللہ تعالیٰ کو ہمارے ہر حال کی خبر ہے، وہ فرماتا ہے:

أَمْ یَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّھُمْ وَنَجْوَاھُمْ بَلٰی وَرُسُلُنَا لَدَیْھِمْ یَکْتُبُونَ. (زخرف:۸۰)

ترجمہ: کیا وہ اس گھمنڈ میں ہیں کہ ہم ان کی آہستہ بات اور آپسی مشوروں کو نہیں سنتے ہیں، کیوں نہیں، ضرور ہم سنتے ہیں اور ہمارے فرشتے انھیں لکھ رہے ہیں۔

داعی اسلام شیخ ابوسعید ادام اللہ ظلہ علینا 'وَھُوَ مَعَکُمْ أَیْنَ مَا کُنْتُمْ' پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تمہارے ساتھ ہے تم کہاں ہو، ہر لمحہ اللہ حاضر وناظر ہے، لیکن ہمیں اس کا احساس تک نہیں ہوتا، لیکن ہم جب مصیبت کے دلدل میں پھنستے ہیں اس وقت اللہ یاد آتا ہے وہ بھی ہم اللہ کو اس طرح پکارتے ہیں گویا وہ ہم سے بہت دور ہو، جبکہ وہ شہ رگ سے زیادہ قریب ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَإِنِّیْ قَرِیْبٌ. میں تم سے بہت قریب ہوں۔

شیخ اپنی مثنوی ''نغمات الاسرار'' میں فرماتے ہیں:

ہر طرف ہر سمت ہے جلوہ نما
بس اسی کا نور بے چون و چرا
بے صدا و بے نوا و بے کلام
دے رہا ہے ذرّہ ذرّہ یہ پیام
پتے پتے سے یہی ہے گفتگو
اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوْ
کس گماں میں تو پڑا ہے بے خبر
حق تری صورت میں خود ہے جلوہ گر
ڈھونڈتا پھرتا ہے تو اُس کو کہاں
جو تری ہستی کے اندر ہے نہاں
بے خبر اک راز کی دنیا ہے تو
شان حق کی تجھ سے ہوتی ہے نمو

اگر واقعی یہ تصور دل میں گھر کر جائے تو یقیناً ہم اللہ کے

ماھنامہ خضر راہ
کا پانچ سالہ ممبرشپ
حاصل کریں
صرف -/900روپے میں۔

غلام مصطفی ازہری

نیکوں کی صحبت

نیک بندے بن جائیں۔

اللہ ہم سب کو ایمان کی دولت سے نوازے۔ (آمین)

صحبت کا معنی رفاقت اور سنگت ہے، اسی سے صحابی اور صاحب آیا ہے جس کا مطلب ہوتا ہے کہ کوئی شخص کسی سے ملاقات کرے، اس کے ساتھ کچھ دن گزارے، اس سے تعلیم حاصل کرے اور اس کے اخلاق وعادات اپنائے۔

سنگت ورفاقت کی انسانی زندگی میں بہت اہمیت ہے، کیونکہ کوئی بھی انسان علوم وفنون اور اخلاق وعادات کتاب سے حاصل کرتا ہے یا کسی کی صحبت سے، ان میں سب سے زیادہ اہمیت صحبت کی ہے کیونکہ انسان کتابوں سے معلومات تو فراہم کر لیتا ہے مگر عمل اور تجربے میں نہیں لاسکتا، کام جتنا اہم ہوتا ہے صحبت اور تجربے کی ضرورت اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِنِّــي تَــارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِي أَلَا وَإِنَّهُمَا لَنْ يَّفْتَرِقَا، حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ. (مسند احمد، ابوسعید خدری)

میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں، اللہ کی کتاب اور میری عترت (حاملین قران)، یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملیں گے۔

دین عمل سے عبارت ہے، صرف علم سے کوئی مسلمان، دیندار نہیں ہوسکتا، بلکہ دین سیکھنے کے لیے کسی صالح اور نیک بندے کی صحبت ضروری ہے، کتاب یا محض کتاب خواں استاذ سے دین حاصل نہیں کیا جاسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندے زمین پر قیامت تک رہیں گے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي قَائِمَةً بِأَمْرِ اللّٰهِ لَايَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ أَوْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ ظَاهِرُونَ عَلَى النَّاسِ. (مسلم/امارۃ)

میری امت میں ہمیشہ ایک طائفہ ایسا رہے گا جو اللہ تعالی کی ہی اطاعت کرتا رہے گا، اس طائفہ کی رسوائی چاہنے والا یا اس کی مخالفت کرنے والا اسے کچھ نقصان نہیں پہنچا سکے گا، تادم حیات وہ گروہ لوگوں پر غالب رہے گا۔

یہ وہی لوگ ہیں جو زندگی کے ہر شعبے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل فرمانبرداری کرتے ہیں، عبادت اس طرح کرتے ہیں جیسے وہ اللہ کو دیکھ رہے ہوں، اخلاق وکردار میں آئینہ رسول ہوتے ہیں اور ان کا ظاہر وباطن ایک ہوتا ہے۔

قرآن میں صحبت کی اہمیت وفضیلت

ا۔ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ. اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور نیکوں اور سچوں کی صحبت اختیار کرو۔ (توبہ:۱۱۹)

۲۔ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا. (کہف:۲۸)

اپنے آپ کو ان کے پاس روکے رکھو جو صبح وشام اپنے

رب کو یاد کرتے ہیں، اس کی رضا چاہتے ہیں ان کو دیکھتے رہو، ان سے اپنی نگاہیں نہ ہٹاؤ، دنیاوی زندگی کی آرائش نہ چاہو اور ان کی پیروی نہ کرو جن کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کردیا ہے، جس نے اپنی خواہش کی اتباع کی اور اس کا معاملہ حد سے بڑھا ہوا ہے۔

۳۔ وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ. (لقمان:۱۵)

اس کی اتباع کرو جو ہمیشہ میری طرف مائل ہو۔

۴۔ قیامت کے دن ظالم افسوس کرے گا، کہے گا کاش! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی ہوتی، ہائے خرابی! میں نے کسی برے کو دوست نہ بنایا ہوتا حق واضح ہونے کے بعد بھی جس نے مجھے گمراہ کیا اور شیطان (عذاب کے وقت) انسان کو بے یار و مددگار چھوڑ دیتا ہے۔ (فرقان:۲۷،۲۸،۲۹)

۵۔ اَلْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ. گہرے دوست قیامت کے دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر سوائے متقیوں کے کہ ان کی دوستی آخرت میں بھی باقی رہے گی۔ (زخرف:۶۷)

۶۔ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ الرَّحْمٰنُ فَاسْأَلْ بِهِ خَبِيرًا.

پھر رحمٰن نے اپنی شان کے مطابق عرش پر استوا فرمایا تو کسی مرد عارف سے اس کی معرفت دریافت کرو۔ (فرقان:۵۹)

۷۔ قَالَ لَهُ مُوسٰى هو هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلٰى أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا قَالَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا، وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَى مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا. (کہف:۶۶،۶۷)

حضرت موسیٰ نے حضرت خضر سے کہا کیا میں آپ کے ساتھ رہوں تاکہ آپ مجھے نیک بات سکھادیں جس کی تعلیم آپ کو دی گئی ہے حضرت خضر نے جواب دیا تم میرے ساتھ صبر نہیں کرسکو گے اور کیسے صبر کرسکو گے جس سے تمھیں شناسائی نہیں ہے۔

حدیث میں صحبت کی اہمیت وفضیلت

قرآن کی طرح بہت ساری حدیثوں میں بھی صحبت کی فضیلت واہمیت آئی ہے ان میں چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالسَّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيرِ فَحَامِلُ الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا طَيِّبَةً وَنَافِخُ الْكِيرِ إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيحًا خَبِيثَةً. (بخاری، مسلم)

نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال مشک والے اور بھٹی دھونکنے والے کی طرح ہے، مشک والا یا تو تمھیں یوں ہی مشک دے گا یا تم اس سے مشک خرید لوگے ورنہ کم سے کم تم کو اس سے اچھی خوشبو آئے گی اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تمہارے کپڑے جلا دے گا ورنہ تم کو اس سے بدبو آئے گی۔

۲۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا، یارسول اللہ! کون سے دوست اچھے ہیں؟ آپ نے فرمایا: مَنْ ذَكَّرَكُمُ اللّٰهَ رُؤْيَتُهُ، وَزَادَ فِي عَمَلِكُمْ مَنْطِقُهُ، وَذَكَّرَكُمْ فِي الْآخِرَةِ عَمَلُهُ.

جن کا دیکھنا تمھیں اللہ کی یاد دلا دے اور جن کی گفتگو تمہارے عمل میں اضافہ کردے جن کا عمل تمھیں آخرت کی یاد دلا دے۔ (مسند ابی یعلی)

۳۔ اَلرَّجُلُ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهٖ فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ. ہر شخص اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے تو جب بھی کوئی دوست بنائے تو پہلے غور وفکر کرلیا کرے۔ (ترمذی)

۴۔ اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں جو نہ نبی ہیں نہ شہید، بلکہ اللہ کے نزدیک ان کے بلند مرتبہ ہونے کی وجہ سے قیامت کے دن ان پر انبیا اور شہدا رشک کریں گے، صحابہ نے

پوچھا یا رسول اللہ! آپ ہمیں بتائیں کہ وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ ایسی قوم ہے جو روح اللہ (یعنی قران) سے ایسی محبت رکھتی ہے جو رشتے داروں اور مال کی محبت سے زیادہ ہے، اللہ کی قسم! ان کے چہرے روشن ہیں اور وہ ایسے نور کے ساتھ ہیں جس کی وجہ سے وہ لوگ قیامت کے دن بے خوف ہوں گے، جبکہ لوگ خوف و ہراس کے عالم میں ہوں گے اور انھیں کوئی غم نہیں ہوگا، جبکہ لوگ غم واندوہ کے عالم میں ہوں گے، پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ''أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُونَ. (اللہ کے ولیوں کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی غم) (ابوداؤد)

۵۔ حضرت ابوذرغفاری نے کہا: یارسول اللہ! ایک شخص کسی جماعت سے محبت رکھتا ہے لیکن ان کی طرح عمل کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أَنْتَ يَا أَبَا ذَرٍّ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ. اے ابوذر! تم اسی کے ساتھ ہو جس سے تم محبت رکھتے ہو۔ انھوں نے پھر کہا: میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَأَنْتَ يَا أَبَا ذَرٍّ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ. اے ابوذر! تم اسی کے ساتھ ہو جس سے تم محبت رکھتے ہو۔ (ابوداؤد)

۶۔ حضرت حنظلہ اسیدی رضی اللہ عنہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے دور رہتے تھے تو آپ پر مجلس جیسی استغراقی کیفیت طاری نہیں رہتی تھی، چنانچہ آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہا کہ میں منافق ہوگیا ہوں، یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، تم میرے پاس ذکر وفکر کی جس کیفیت میں ہوتے ہو، اگر تمہاری وہ کیفیت ہمیشہ رہے تو تمہارے بستروں اور راستوں پر فرشتے تم سے مصافحہ کرتے، لیکن اے حنظلہ! یہ کیفیت ایک آدھ ساعت رہتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تین مرتبہ فرمایا۔

اس حدیث پاک سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام پر جب استغراقی کیفیت طاری نہیں رہتی تھی تو اپنے آپ کو منافق تصور کرتے تھے تو ہمارا کتنا برا حال ہے کہ ہم نماز میں بھی اللہ کو یاد نہیں کر پاتے ہیں، وہیں یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ بندے پر صالحین کی صحبت کا کیا اثر پڑتا ہے اور ان کی دوری سے کیا نتائج نکلتے ہیں، جو لوگ صالحین کی صحبت میں نہیں رہتے ہیں وہ کتنے خسارے میں ہیں۔

چنانچہ سال کے کچھ دن صالحین کی صحبت میں گذارنا چاہیے، خاص کر علما اور طلبا کے لیے تو نیکوں کی صحبت تریاق ہے، تاکہ ان کی روحانی اور فکری تربیت ہو سکے۔

سیدی ومرشدی داعی اسلام شیخ ابوسعید ادامہ اللہ اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ حنفی تو ہو گئے، نعمانی کب ہو گے؟ آپ امام اعظم کے اس قول کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں:

لَوْلَا السَّنَتَانِ لَهَلَكَ النُّعْمَانُ.

یعنی اگر امام جعفر صادق کی بارگاہ میں نعمان دوسال نہ گذارتا تو ہلاک ہو جاتا۔

داعی اسلام فرماتے ہیں کہ حضرت نعمان بن ثابت، اسلام کے تو امام اعظم تھے لیکن ایمان اور احسان سیکھنے کے لیے امام جعفر صادق کی صحبت میں دوسال رہے، ایک سال ایمان کے لیے اور ایک سال احسان کے لیے۔

بیعت کے بعد صحبت کی سخت ضرورت ہے تاکہ توبہ پر استقامت ہو سکے ورنہ بیعت صرف رسمی ہوکر رہ جائے گی۔

سگ درگاہ میراں شو چوں خواہی قرب ربانی

مولانا امام الدین سعیدی

اللہ ہی پالنہار ہے

کہ بر شیراں شرف دارد سگ درگاہ جیلانی

☆☆☆

قرآن مقدس میں سورۂ کہف کے اندر دو شخص کا قصہ ہے یہ وہ قصہ نہیں جو کسی زمانے میں واقع ہوا اور گذر گیا بلکہ یہ وہ قصہ ہے جو ہر زمانے میں ہر جگہ ہمارے سامنے آتا رہے گا جس سے دو طرح کے لوگ ظاہر ہوں گے اور دو الگ الگ فکر سامنے آئے گی:

۱۔ایمانی ۲۔مادی

جن سے خدا پرست اور نفس پرست دونوں کے درمیان فرق واضح ہو جائے گا۔

قصہ میں ایک شخص وہ ہے جو دنیاوی زندگی میں ہر اعتبار سے کامیاب اور صاحب ثروت تھا، عیش و راحت کے سارے وسائل اس کے پاس موجود تھے، کھجوروں کی جھرمٹ میں انگور کے دو خوبصورت باغ، مزید اس میں کاشت کاری اور پیداوار کی بھرپور صلاحیت موجود تھی۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمایا ہے:

كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا وَّ فَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا. (سورۂ کہف:۳۳)

دونوں باغ پھلوں سے لد گئے اور اس میں کوئی کمی نہیں تھی اور ہم نے ان کے درمیان آب پاشی کے لیے ایک نہر جاری کر دیا تھا۔

اس طرح اس شخص کی کامرانی و کامیابی کا ستارہ بلندی پر تھا، ہر آرائش و زیبائش فراوانی تھی، لیکن اس موقع پر اس نے ایسی بے ہودہ فکر کا ثبوت پیش کیا جو ایک مومن اور خدا پرست کی سوچ کے بالکل مخالف تھی۔

چنانچہ اس نے اپنی ساری خوشحالی اور نعمتوں کی فراوانی کو اپنی ذہانت اور دنیاوی اسباب کی طرف منسوب کیا اور اپنے خالق و مالک کو یکسر فراموش کر دیا، وہ اپنے مومن ساتھی جسے یہ دولت و نعمت نہیں ملی تھی اس کے سامنے بڑے غرور کا اظہار کیا جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا:

فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَ هُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّ اَعَزُّ نَفَرًا. (کہف:۳۴)

اس نے اپنے دوست سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ میں مال و دولت اور افراد میں تم سے زیادہ ہوں۔

وہ غرور اور تکبر کے نشے میں ایسا مست ہوا کہ خود اپنے ہاتھوں اپنی دنیا و آخرت برباد کر لی، فانی نعمتوں کو لازوال تصور کرنے لگا اور اسی رو میں بہہ کر حشر و نشر، حساب کتاب تک کا انکار کر بیٹھا اور بولا کہ یہ نعمتیں کبھی بھی ختم ہونے والی نہیں۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے: وَ دَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا، وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّ لَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّىْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا. (کہف:۳۵،۳۶)

ترجمہ: اپنے باغ میں داخل ہوا اس حال میں کہ وہ اپنی جان پر ظلم کرنے والا تھا، کہنے لگا: میں نہیں خیال کرتا کہ یہ

سرسبز وشاداب باغ کبھی برباد ہوگا اور میں یہ بھی نہیں خیال کرتا کہ قیامت آئے گی۔ بفرض محال! اگر مجھے اپنے رب کی طرف لوٹایا گیا تو میں اس سے بہتر ٹھکانا پاؤں گا۔

یہی غیر ایمانی اور مادی فکر ہے، ایسا نظریہ رکھنے والے ہمیشہ یہ سمجھتے ہیں کہ ایمان اور اعمال صالحہ کی کوئی ضرورت نہیں، بلکہ اس کی کامیابی فطری ہے، خود اس کا کمال ہے اور یہ ہمیشہ اس کو خوش رکھ سکتا ہے۔

لیکن اس کے دوسرے ساتھی کو ایمان و یقین کی دولت ملی تھی، اسے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت حاصل تھی، اور وہ بخوبی علم رکھتا تھا کہ کائنات میں صرف ایک ہی تصرف کرنے والا ہے، وہ اللہ ہے۔ وہی سارے اسباب کا پیدا کرنے والا ہے، وہ جب چاہے حالات کو اِدھر سے اُدھر کرسکتا ہے، وہ قادر مطلق ہے۔ اس لیے اس نے اپنے دولتمند دوست کی اس بات پر اعتراض کیا، اس کی مادی اور غیر ایمانی سوچ کی مخالفت کی۔

چنانچہ قرآن کریم میں آیا ہے: قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَ هُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰكَ رَجُلًا. (کہف:۳۷)

دوران گفتگو اس کے مومن دوست نے اس سے کہا کہ کیا تو نے اس ذات کا انکار کیا جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا پھر نطفے سے تجھے مکمل آدمی بنایا۔

یہ بات سن کر دولت کے نشے میں چور اس شخص پر کیا گزری ہوگی اس کا اندازہ ہم کرسکتے ہیں۔

اس کے مومن ساتھی نے کہا کہ میں تمہاری سوچ سے بالکل اتفاق نہیں رکھتا ہوں، کیونکہ میری سوچ اور میرا رجحان تم سے جدا ہے کہ میں ایسے معاملے میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہوں، اسے ہی اپنا پالنہار جانتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا، اس لیے کہ: لٰكِنَّا هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَ لَآ أُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ أَحَدًا. (کہف:۳۸)

اللہ ہی میرا پالنہار ہے اور میں اپنے پالنہار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔

پھر اس نے اس کو وہ بنیادی حقیقت یاد دلائی جو پورے مضمون کا خلاصہ ہے اور اس کی دکھتی رگ پہ انگلی رکھ دی، اس نے کہا کہ انسان کی نگاہ اسباب پر نہیں بلکہ اس خالق و مالک پر ہونی چاہیے کہ جس کے قبضہ وتصرف میں تمام اسباب ہیں۔

یہ راحتیں اور آسائشیں اسباب کے دم سے نہیں اور نہ اس میں تمہاری ذہانت وعقل کا کمال ہے، بلکہ یہ سب تمہارے رب کی عطا اور انعام ہے، سب اسی کی مشیت اور قدرت سے ہے۔ اس طرح وہ بڑی حکمت ونرمی سے اس کو قدرت الٰہی کے اعتراف اور نعمت خداوندی کے حصول پر شکر ادا کرنے کی تلقین کرتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَوْلَآ إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ. (کہف:۳۹)

اور ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تو باغ میں داخل ہوئے تو مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ کہتے۔

اس کا مومن ساتھی اسے خبردار کرتا ہے کہ تقدیر کا الٹ پھیر، خوش نصیبی اور بدنصیبی سب خالق کائنات کے اختیار میں ہے، وہ جب چاہے، جسے چاہے مال دار کردے اور جسے چاہے مفلس کردے، وہ کسی وقت بھی حالات پلٹ سکتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنْ تَـرَنِ اَنَـا اَقَلَّ مِنکَ مَالاً وَّوَلَداًفَعَسٰی رَبِّیٓ اَنْ یُّـؤْتِیَـنِ خَیْرًا مِّنْ جَنَّتِکَ وَ یُرْسِلَ عَلَیْهَا حُسْبَانًا مِّـنَ السَّـمَـآءِ فَتُـصْبِـحَ صَعِیْدًا زَلَقًا اَوْ یُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِیْعَ لَهٗ طَلَبًا. (کہف: ۴۰،۴۱)

اگر تو مجھے مال اور اولاد کے اعتبار سے کم دیکھتا ہے تو تعجب نہیں کہ میرا رب تیرے باغ سے بہتر کوئی چیز مجھے عطا کرے اور تیرے باغ پر آسمانی عذاب نازل کردے، پھر یہ ہرا بھرا باغ ایک چٹیل میدان ہوجائے یا اس کا پانی زمین میں ایسا غائب ہوجائے کہ تو اس کو تلاش نہ کرسکے۔

بالآخر یہی ہوا، زبردست آندھی آئی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کا ہرا بھرا باغ پل بھر میں چٹیل میدان بن گیا، تب اس گھمنڈی شخص کو ہوش آیا۔

قرآن کریم میں ہے کہ:

وَاُحِیْـطَ بِثَـمَـرِهٖ فَـاَصْبَحَ یُقَلِّبُ کَفَّیْهِ عَلٰی مَآ اَنْـفَـقَ فِیْهَا وَهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا وَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُشْرِکْ بِرَبِّیٓ اَحَدًا. (کہف: ۴۲)

اس کے باغ کا پھل پورا برباد ہوگیا تو وہ کف افسوس ملنے لگا اس سرمایہ کے نقصان پر جو اس نے باغ کے اوپر خرچ کیا تھا، وہ بالکل برباد ہوچکا تھا، چنانچہ حسرت سے وہ کہنے لگا کہ کاش! میں نے کسی کو اپنے رب کا شریک نہ بنایا ہوتا۔

حاصل کلام یہ کہ قرآن کریم کے اس واقعے سے ہمیں دو طرح کی فکر او رسوچ ملتی ہے۔ ایک ایمانی جو بندہ مومن کی سوچ ہوتی ہے اور ایک مادی جو نفس پرست اور دنیا پرست کی سوچ ہوتی ہے۔ اب جو شخص خدا پرست ہوگا وہ ایسے موقعے سے مومنانہ طرز فکر اپنائے گا اور جو شخص ہوس پرست اور دنیادار ہوگا وہ مادیت میں گم ہوکر اپنی آخرت خراب کرے گا۔

جوامع الکلم

عَنْ اَبِی هُـرَیْـرَةَ رَضِـیَ الـلّٰـهُ عَـنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بُعِثْتُ بِـجَـوامِـعِ الْکَلِمِ، وَ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَ بَیْنَا أنَا نَائِمٌ رأَیْتِنِیْ أَتِیْتُ بِمَفَاتِیْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَتْ فِی یَدِی. (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جامع کلمات کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہوں اور رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے اور میں سویا ہوا تھا اس وقت میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ زمین کے خزانوں کی کنجیاں لائی گئی ہیں اور میرے ہاتھ میں تھما دی گئیں۔

ابرار رضا مصباحی

ذکر الٰہی

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایمانی، روحانی فکر سے نوازے اور اپنی معرفت کا نور عطا کرے۔ (آمین بجاہ سید المرسلین)

اللہ تعالیٰ بڑا حکیم ہے، اس کی شانِ حکمت کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا، اس کا فرض کیا ہوا کوئی بھی عمل یا حکم کسی حکمت سے خالی نہیں ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات پوری کائنات کے لیے باعثِ رحمت اور خیر وفلاح کے اہم ذرائع ہیں جن کی حکمتوں اور باریکیوں کو سمجھنے سے ہم قاصر ہیں۔

ذکر الٰہی ان ہی احکام میں سے ایک ہے جس کی حکمت و افادیت دین ودنیا دونوں میں مسلّم ہے، اللہ رب العزت جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے: وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ. یعنی اللہ تعالیٰ کا خوب ذکر کرو تاکہ تم کامیابی اور مراد کو پہنچ جاؤ۔ (الانفال:۴۵)

اس آیت مقدسہ میں غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو یہ حکم دے رہا ہے کہ تم خوب ذکر الٰہی کرو اور زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو، کیونکہ یہ دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی کا بہت بڑا راز ہے، یہ ناکامیوں سے کوسوں دور رکھتا ہے اور قرب الٰہی کی دولت عطا کرتا ہے۔

ذکر کے اقسام

ذکر تین طرح کا ہوتا ہے:

۱۔ذکر لسانی ۲۔ذکر اعضا ۳۔ذکر قلبی

ذکر لسانی: اس کا مطلب یہ ہے کہ خلوت وجلوت میں زبان سے اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور اس کی حمد وثنا بیان کی جائے اور صدق دل کے ساتھ توبہ واستغفار کیا جائے۔

ذکر اعضا: اس کا مطلب یہ ہے کہ اعضا کے ذریعے اللہ رب العزت کی طاعت اور بندگی کی جائے۔

ذکر قلبی: اس کا مطلب یہ ہے کہ دل میں اللہ تعالیٰ کی قدرت وکبریائی کا مکمل اعتقاد رکھا جائے اور اس کے احسانات وانعامات کو ہمیشہ یاد کیا جائے۔

ذکر الٰہی کے مختلف طریقے ہیں، بندہ ان میں سے کسی ایک پر بھی عمل کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت وریاضت کر سکتا ہے۔ ذکر الٰہی کے لیے خاص اوقات یا جگہیں جیسے صبح-شام، مساجد-مدارس اور خانقاہوں کی کوئی قید نہیں ہے کہ صرف انھیں جگہوں یا اوقات میں کی جانے والی عبادتیں اور اذکار مقبول ہوتے ہیں، بلکہ بندہ تجارت وملازمت، سیاست ومعاشرت، کھیتی باڑی، غرضیکہ جہاں، جیسے اور جس حال میں بھی ہو، بندہ اپنے پروردگار کے ذکر وفکر اور طاعت وبندگی میں لگا رہے۔

اللہ تعالیٰ علیم بذات الصدور ہے، وہ بندوں کے اعمال و افعال، حرکات وسکنات اور نیتوں کو خوب جانتا اور دیکھتا ہے کہ کون اخلاص وللّٰہیت سے ذکر الٰہی کرتا اور کون محض ریاکاری اور شہرت طلبی کے لیے۔

اللہ تعالیٰ کسی کی ظاہری شکل وصورت کو نہیں دیکھتا ہے بلکہ اس کے باطنی اور قلبی حالت کو دیکھتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

إِنَّ اللّٰـهَ تَعَالٰى لَا يَنْظُرُ إِلٰى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ إِنَّمَا يَنْظُرُ إِلٰى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ. (مسلم)

یعنی بے شک اللہ رب العزت تمہاری صورتوں اور مالوں کونہیں دیکھتا ہے بلکہ وہ تمہارے دلوں اوراعمال کودیکھتا ہے۔

ذکر کے درجات:

اہل اللہ کے نزدیک ذکر کے متعدد مراتب ہیں یہاں صرف 'رسالہ مکیہ' میں حضرت قطب الدین دمشقی قدس اللہ سرہ کے بیان کردہ مراتب لکھے جارہے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدَاكُمْ. تم اللہ کا ذکر کروجیسا کہ اس نے تمھیں ہدایت کی۔ (بقرہ:۱۹۸)

اس آیت کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے ذاکرین بندوں کوذکر کے مراتب کی ہدایت دی ہے۔

سب سے پہلے اس نے (۱) ذکرلسان (۲) پھر ذکرنفس (۳) پھر ذکرقلب (۴) پھر ذکرسر (۵) پھر ذکرروح (۶) پھر ذکرخفی، کی طرف ہدایت دی۔

۱۔ **ذکرلسان**: یہ آواز اور حروف کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا، جب انسان کا قلب اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہو جاتا ہے تو زبان انسان کو اللہ کے ذکر کی یاددلاتی ہے۔

۲۔ **ذکرنفس**: یہ بھی لسان کی طرح حروف اور آواز رکھتا ہے اور خود سنتا بھی ہے۔

۳۔ **ذکرقلب**: یہ ذکرنسیان کی ضد ہے، یعنی دل کا ہر گھڑی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر رہنا ہے۔

۴۔ **ذکرسر**: یہ ہے کہ بندہ اسرارالٰہی کا مشاہدہ کرے۔

۵۔ **ذکرروح**: یہ ہے کہ بندہ صفات صمدیہ کی تجلیات کے انور کا سامنا کرے۔

۶۔ **ذکرخفی**: یہ انور جمال ذات کا مشاہدہ ہے۔

حضرت منشی محمد عزیز اللہ شاہ قدس اللہ سرہ اس پر اضافہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: اور جب ذکرکانور ظاہر ہوتا ہے توانسان کا حال ایسا ہو جاتا ہے، جیسے کہ لوہا آگ میں انگارہ کی طرح لال ہوجاتا ہے، روح اپنے مرکز پر کھنچ جاتی ہے اور جسم کو اپنے رنگ میں رنگ لیتی ہے۔ فَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ. ہم اللہ کے ہیں اور ہمیں اسی کی طرف لوٹنا ہے. كُلُّ شَيْءٍ يَرْجِعُ اِلٰى اَصْلِهٖ. کیونکہ ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے اور سب کی اصل اللہ ہے۔ (ماخوذ از عقائدالعزیز)

جب بندہ قرب الٰہی کے اس مرتبۂ عظمٰی پر پہنچتا ہے اور مشاہدۂ الٰہی کے جلوؤں میں غرق ہوجاتا ہے تو عظمت وجلال و کبریائی کی وادی میں ایسی دہشت طاری ہوتی ہے کہ زبان و دل ساکت ہوجاتے ہیں۔

ذکر کے فوائد:

انسان اگر پریشانی اور خوشی ہر حال میں صفائی قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس اور ذکر وعبادت کرتا رہے تو قرب الٰہی اور خوشنودی مولیٰ کا حصول ہوسکتا ہے۔

اللہ کا ارشاد ہے: فَاذْكُرُوْنِیْ أَذْكُرْكُمْ. (بقرہ:۱۵۲)

یعنی تم مجھے یاد کرو میں تجھے یاد کروں گا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

تم اطاعت بجالاکر مجھے یاد کرو میں تمھیں اپنی امداد کے ساتھ یاد کروں گا۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ. (رعد:۲۸)

اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

جو شخص صبر و شکر کے ساتھ زندگی گزارتا ہے گویا کہ وہ اللہ کے ہر فیصلے سے راضی ہے، یہی دل کا ذکر ہے اور اسی ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

مَثَلُ الْبَيْتِ الَّذِی يُذْكَرُ اللّٰهُ فِيهِ ، وَالْبَيْتِ الَّذِی لَا يُذْكَرُ اللّٰهُ فِيهِ مَثَلُ الحَیِّ وَالمَيِّتِ. (بخاری، مسلم)

اس گھر کی مثال جس میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے اور اس کی مثال جس میں اللہ کا ذکر نہیں کیا جاتا زندہ اور مردہ کی طرح ہے، یعنی انسان کا جسم بھی ایک گھر ہے اور قلب و روح اس کے مکین ہیں، اگر یہ ذاکر نہ ہوں تو یہ بھی مردے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَأَنَا مَعَهُ حِيْنَ يَذْكُرُنِیْ إِنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهُ فِیْ نَفْسِیْ وَإِنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِی مَلَإٍ هُمْ خَيْرٌ مِّنْهُمْ وَإِنْ تَقَرَّبَ مِنِّیْ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا وَإِنْ أَتَانِی يَمْشِی أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً. (مسلم)

میں اپنے بندے کے گمان سے قریب ہوں، جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر وہ تنہا یاد کرتا ہے تو میں بھی تنہا یاد کرتا ہوں، اگر وہ جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اس سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں، اگر وہ مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں، اگر وہ ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں تو میں چار ہاتھ قریب ہوتا ہوں، اگر وہ چل کر میرے پاس آتا ہے تو میں دوڑ کر اس کے پاس جاتا ہوں۔

ایک دوسرے مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

إِنَّ لِكُلِّ شَیْءٍ صِقَالَةٌ وَإِنَّ صِقَالَةَ الْقُلُوْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ وَمَا مِنْ شَیْءٍ أَنْجىٰ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ قَالُوْا وَلَا الْجِهَادُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ وَلَوْ أن يَّضْرِبَ بِسَيْفِهٖ حَتّٰى يَنْقَطِعَ. (بیہقی)

ہر چیز کے لیے ایک صیقل ہے، دلوں کے لیے اللہ کا ذکر صیقل ہے اور کوئی چیز ذکر الٰہی سے زیادہ اللہ کے عذاب سے بچانے والی نہیں، صحابۂ کرام نے پوچھا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیا: نہیں، اگرچہ کوئی اس حد تک جہاد کرے کہ لڑتے لڑتے اس کی تلوار ٹوٹ جائے۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ کا ذکر کرنے والوں کا مرتبہ شہید اور غازی سے افضل ہے۔

ذکر میں اخلاص کی ضرورت

دین کا کام ہو دنیا کا، اگر اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہے تو ٹھیک، ورنہ نقصان ہی نقصان ہے، یہاں تک کہ ذکر الٰہی بھی اگر رضائے مولیٰ کے لیے نہ تو وہ کچھ مفید نہیں بلکہ علمائے ربانیین کے نزدیک سودوزیاں کی لالچ کے بغیر ذکر ناچاہیے ورنہ یہ بھی خطا ہے۔ مخدوم جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری قدس سرہ فرماتے ہیں:

''طاعت اس لالچ سے کرنا کہ اس کا بدلہ ملے گا اور عبادت اجر وثواب کی نیت سے کرنا، دنیائے معرفت میں زہر قاتل ہے۔'' (مکتوبات دوصدی، ص:۱۷۱)

مزید فرماتے ہیں کہ جو شخص حق سبحانہ وتعالیٰ کی پرستش کسی غرض سے کرتا ہے اسے اپنی غرض کا بندہ کہیں گے، حق سبحانہ و تعالیٰ کا خالص بندہ نہیں کہیں گے۔ (ایضاً، ۱۷۰)

بہرحال! ذکرالٰہی روحانی سکون اور قرب الٰہی کا ایک اہم ذریعہ ہے اور یہ ایک بہت بڑی عبادت ہے جس میں بیشمار دنیوی واخروی بھلائیاں اور کامیابیاں ہیں۔
اللہ ہم سب کو ذکر وفکر کی توفیق بخشے۔(آمین)

برے اعمال کا برا انجام

شاھد رضا ازھری

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا فرمانے کے ساتھ زندگی گذارنے کا بہترین طریقہ بھی بتایا ہے، اس کے باوجود انسان اپنے رب کے بتائے ہوئے طریقے کو چھوڑ کر غلط روش اختیار کرتا ہے، اپنی نفسانی خواہشات کی اتباع کرنے لگتا ہے اور حلال وحرام کے درمیان کچھ فرق نہیں کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ مال حاصل کرنے اور اس کو ذخیرہ کرنے کے لیے چوری، غصب، جوا، دھوکہ اور سود خوری جیسے جرم کا ارتکاب بھی کرتا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے قطعاً حرام قرار دیا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَلَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا. (بقرہ:۲۷۵)

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جس کو شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس کر دیا ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے کہا تھا کہ بیع سود ہی کے مثل ہے اور اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام کیا ہے۔

ابن بطال مالکی لکھتے ہیں کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو لوگ دنیا میں سود کھاتے ہیں وہ آخرت میں اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو مجنوں اور دیوانوں کی طرح اٹھیں گے۔

سود لینے والوں کے لیے سخت وعیدیں آئی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے اور مجھے بیت المقدس کی طرف لے گئے، ہم چلتے رہے یہاں تک کہ خون کے دریا پر پہنچے، جس کے کنارے پر ایک آدمی کھڑا تھا اور ایک آدمی اس دریا کے بیچ میں کھڑا تھا، جو آدمی کنارے پر تھا اس کے سامنے پتھر رکھا تھا۔

جب دریا کے بیچ میں کھڑا آدمی آگے بڑھتا اور دریا سے نکلنے کا ارادہ کرتا تو کنارے والا آدمی اس کے منہ پر پتھر مارتا، اور اس کو اسی کی جگہ لوٹا دیتا، پھر جب بھی وہ دریا سے نکلنے کی کوشش کرتا وہ اس کے منہ پر پتھر کھینچ کر مارتا اور اس کو اسی کی جگہ لوٹا دیتا جہاں وہ کھڑا تھا۔

چنانچہ میں نے پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ جس کو آپ نے خون کے دریا میں دیکھا وہ سود خور تھا۔
(صحیح بخاری، ج:۵،ص:۲۶۴)

معلوم ہوا کہ سود لینا حرام اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا سبب ہے، اس لیے اس سے بچنا ہر مسلمان کے لیے بہت ہی ضروری ہے۔

شراب خوری

اللہ تعالیٰ نے شراب کو سنہ تین ہجری میں حرام قرار دیا اور شراب پینے اور بیچنے والوں کو گناہ کبیرہ کا مرتکب بتایا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا. (بقرہ:۲۱۹)

ترجمہ: لوگ آپ سے شراب اور جوا کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ فرمادیجئے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے ہیں، ان کا گناہ ان کے فائدے سے زیادہ بڑا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے شراب، شراب بیچنے والے، شراب پلانے والے، شراب خریدنے والے، شراب نچوڑنے والے، شراب بنانے والے، شراب لادنے والے اور جس کے پاس شراب لاد کرلائی جائے، ان سب پر لعنت فرمائی ہے۔ (ابوداؤد:۲/۱۶۱)

حضرت جابر بن عبداللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال فرمایا:

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی بیع کو حرام فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم)

تنبیہ: آج کے دور میں ٹائلز، فریم اور کلینڈروں پر بنی ہوئی دیوی دیوتاؤں کی تصویریں وغیرہ بھی اسی زمرے میں آتی ہیں۔

ویسے بھی عام انسانی معاشرے میں شراب پینے کو معیوب سمجھا جاتا ہے کیوں کہ اس سے نہ صرف انسان کی عقل زائل ہوجاتی ہے بلکہ نشے کی حالت میں ہر وہ گھٹیا عمل کرنے کے لیے تیار ہوجاتا ہے جس کی اجازت کم عقل اور معمولی سے معمولی سمجھ رکھنے والا انسان بھی ہرگز نہیں دے سکتا۔

جوا

جوا میں ہمیشہ ناحق مال حاصل کیا جاتا ہے، دوسرے کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

میر سید شریف جرجانی لکھتے ہیں کہ:

ہر وہ کھیل جس میں یہ شرط ہو کہ مغلوب کی کوئی چیز غالب کو دے دی جائے گی، جوا ہے۔ (تعریفات)

دوسرے لفظوں ہم کہہ سکتے ہیں جس میں ایک فریق کو تو نفع حاصل ہو، اور دوسرے فریق کو مال کے نقصان سوا کچھ بھی حاصل نہ ہو، جوا ہے۔

چنانچہ شریعت اسلامیہ نے جوا سے حاصل کیے گئے مال ودولت کو حرام قرار دیا ہے اور یہ حقیقت بھی سب پر منکشف ہے کہ جوا میں بغیر کوشش شاطرانہ چال سے مال پر قبضہ جمالیا جاتا ہے اور ہارے ہوئے حریف کو ندامت وشرمندگی کے سمندر میں غوطہ زن ہونا پڑتا ہے، بلکہ کبھی کبھی نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ جوا جیتنے اور اپنے ہارے ہوئے مال کو دوبارہ حاصل کرنے کی لالچ میں بیوی تک کو داؤ پر لگادیتے ہیں اور ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ وہ اپنی بیوی بھی ہار جاتے ہیں، جو نہ شرعی طور پر یکسر ناجائز وحرام ہے، بلکہ سماجی اور معاشرتی سطح پر بھی ایک غیر اخلاقی عمل ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ. (مائدہ:۹۰)

اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور پانسے ناپاک شیطانی عمل ہے تو ان سے بچتے رہو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

غصب

غصب یعنی طاقت کے بل پر کسی کی زمین جائداد کو اپنے

قبضے میں کر لینا، یہ بھی ایک برا عمل ہے، اللہ ورسول نے غصب کرنے والوں پر بہت سخت وعیدیں فرمائی ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَخَذَ مِنَ الْأَرْضِ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهٖ خُسِفَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلٰى سَبْعِ أَرَضِينَ. (بخاری:۲۵۰/۶)

جس نے تھوڑی سی بھی زمین ناحق اپنایا اس کو قیامت کے دن سات زمینوں تک دھنسا دیا جائے گا۔

پھر بھی انسان غصب سے باز نہیں آتا ہے، کیا اسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یاد نہیں ہے یا پھر یاد تو ہے لیکن وہ شخص اس سے منہ موڑ رہا ہے، چنانچہ خیال رہے کہ ایسا شخص دنیا میں لوگوں کے درمیان رسوا تو ہوتا ہی ہے آخرت میں بھی ذلیل و رسوا ہوگا اور دردناک عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا۔

دھوکہ

دھوکہ دینا نہ تو کسی مذہب میں جائز ہے نہ کسی قانون میں اور نہ کوئی سماج اور معاشرہ دھوکہ دینے کو پسند کرتا ہے، چنانچہ اللہ ورسول کے نزدیک بھی دھوکہ دینے والا نہ صرف مجرم ہے بلکہ سزا کا مستحق ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک غلہ بیچنے والے کے پاس سے گذرے۔ آپ نے اپنا ہاتھ غلہ کے اندر ڈالا تو کچھ تری محسوس ہوئی، آپ نے پوچھا یہ تری کیسی ہے؟

غلہ والے نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اس پر بارش ہوگئی تھی، آپ نے فرمایا: تم نے اس بھیگے ہوئے غلے کو اوپر کیوں نہ رکھا تاکہ لوگ اسے دیکھ لیتے، پھر فرمایا:

مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّي. (صحیح مسلم)

جس نے دھوکہ دیا وہ مجھ سے نہیں۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ سود، شراب، جوا، غصب اور دھوکہ دینا حرام اور سخت ناپسندیدہ عمل ہے، ان چیزوں کے

شاهی پروڈکٹس

کے لیے

مندرجہ ذیل ایجنسیوں پر رابطہ کریں۔

حافظ سرفراز، دھاراوی ممبئی
09323861303

خانقاہ نعمتی، مٹیا برج، کولکاتہ
09831746380

دھلی آفس:47/14 فرسٹ فلور، ایچ بلاک، بٹلہ ہاؤس، اوکھلا، نئی دہلی۔۲۵

Mob: 09899156384

سید قمر الاسلام

اخلاص: حقیقت اور مفہوم

ارتکاب سے دین ودنیا دونوں کا نقصان ہوتا ہے۔
اللہ ہم سب کو ایسے گناہوں سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

اخلاص معمولی ہی سہی خدا کے نزدیک محبوب عمل ہے، لیکن ریا اور نام ونمود کے لیے کیا جانے والا کام دیکھنے میں چاہے جتنا اہم ہو، اللہ کے نزدیک اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

اخلاص یہ ہے کہ کسی اجر کی نیت کیے بغیر محض اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کوئی کام کیا جائے اور اخلاص کے بغیر عمل یعنی ریا یہ ہے کہ آدمی بظاہر کوئی نیک کام کرے، مگر اس میں اس کا کوئی نہ کوئی مقصد یا غرض پوشیدہ ہو، مثلاً وہ دنیا میں اپنی پذیرائی چاہتا ہو یا اپنے عزت و شوکت کا خواہش مند ہو۔

مخلصین کے بارے میں اللہ جل مجدہ کا ارشاد ہے:

وَمَا اُمِرُوْٓا اِلاَّ لِیَعْبُدُوْا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ حُنَفَاءَ. (بینہ:۵)

وہ تو صرف اس بات کے مکلّف ہیں کہ کامل یکسوئی کے ساتھ خالص اللہ کی عبادت کریں۔

دوسری جگہ ارشاد باری ہے:

اَلاَ لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ.

یاد رکھو کہ خالص دین ہی اللہ کے لیے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ کو وہی کام پسند ہے جو صرف اسی کی رضا کے لیے ہو۔ آدمی کے عمل میں جتنا زیادہ اخلاص ہوگا اس کا عمل اتنا ہی زیادہ وہ قیمتی قرار پائے گا۔ خلوص کے بغیر کیا ہوا عمل ظاہر بینوں کی نگاہ میں خواہ کتنا ہی اہم کیوں نہ ہو، اللہ کے نزدیک اس کا کوئی اجر وثواب نہیں۔

نماز، روزہ، حج، زکوۃ، صدقہ اور جہاد بلکہ ساری عبادتیں اسی وقت عبادت میں شمار ہوتی ہیں جب وہ خالص اللہ کے لیے کی جائیں، اخلاص کے بغیر نماز بدنی ورزش، روزہ بھوکے رہنا، حج ایک تفریحی سفر، زکوۃ اور صدقہ شہرت کا ذریعہ اور جہاد بہادری کی نمائش ہے، عبادت نہیں۔

ریا اور اخلاص کے درمیان واضح فرق ہے، ریا کا بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لاَ تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالاَذٰی کَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَہٗ رِئَاءَ النَّاسِ وَلاَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَمَثَلُہٗ کَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْہِ تُرَابٌ فَاَصَابَہٗ وَابِلٌ فَتَرَکَہٗ صَلْدًا لاَیَقْدِرُوْنَ عَلٰی شَیْءٍ مِّمَّا کَسَبُوْا وَاللّٰہُ لاَ یَھْدِی الْقَوْمَ الْکَافِرِیْنَ. (بقر:۲۶۴)

ترجمہ: اے مومنو! اپنے صدقے کو احسان جتا کر اور دکھ دے کر اس شخص کی طرح برباد نہ کر لیا کرو جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں

لاتا ہے تو اس کی مثال اس چٹان کی سی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی پڑی ہو، پھر اس پر زوردار بارش ہو تو وہ اسے پھر سخت اور صاف پتھر کر کے چھوڑ دے، چنانچہ اپنی کمائی میں سے ان کے ہاتھ کچھ بھی نہیں آنے والا اور اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

پھر اخلاص کا بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِیْتاً مِنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَیْنِ فَاِنْ لَّمْ یُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ. (بقرہ:۲۶۵)

اور جو اپنا مال رضائے الٰہی حاصل کرنے اور اپنے آپ کو ایمان وطاعت پر مضبوط کرنے کے لیے خرچ کرتے ہیں، ان کی مثال ایک ایسے باغ کی طرح ہے جو اونچی سطح پر ہو، اس پر زوردار بارش ہو تو وہ دوگنا پھل لائے اور اگر اسے زوردار بارش نہ بھی ملے تو شبنم یا ہلکی سی پھوار ہی اس کے لیے کافی ہے، اللہ تمہارے کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے۔

حدیث قدسی میں ہے: **سِرٌّ مِنْ اَسْرَارِیْ اِسْتَوْدَعْتُهُ قَلْبَ مَنْ اَحْبَبْتُهُ مِنْ عِبَادِیْ.**

اخلاص میرے رازوں میں سے ایک راز ہے جس کو میں اپنے محبوب بندوں کے دلوں میں رکھ دیتا ہوں۔

اخلاص اور اهل الله :

مشائخ طریقت کے یہاں اخلاص پر بہت زور دیا جاتا ہے، بلکہ ان کی ساری جدوجہد کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ یہ زندگی اللہ کے لیے گذاری جائے۔ امام ابوالقاسم قشیری نے استاذ ابوعلی دقاق قدس سرہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ صرف حق سبحانہ کے لیے بالارادہ عبادت گذاری کا نام اخلاص ہے اور وہ اس طرح کہ عبادت سے بندے کا مقصد اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی رضا حاصل کرنا ہو، اس کے سوا کوئی مقصد نہ ہو۔ ان کا ایک دوسرا قول ہے کہ مخلوق کی نگاہوں سے بچنے کا نام اخلاص ہے۔

یہ بہت بری بات ہے کہ انسان کا باطن اس کے ظاہر سے میل نہ کھاتا ہو، یعنی زبان پر عشق کا نعرہ ہو اور دل میں فسق کا شرارہ۔

حضرت حذیفہ مرعشی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اخلاص یہ ہے بندے کے ظاہر و باطن میں یکسانیت ہو۔ عوام کا عمل جنت کے شوق اور جہنم کے خوف کے باعث ہوتا ہے، لیکن صوفیا کے نزدیک دل میں ایسی نیت رکھنا اخلاص کے منافی ہے۔ وہ اللہ کی عبادت صرف اللہ کے لیے کرتے ہیں، اللہ کے ان پاکباز بندوں کو نہ کسی ستائش کی تمنا ہوتی ہے اور نہ ہی کسی ملامت کی پرواہ، بلاشبہ یہی معراج بندگی ہے۔

میری طلب ہے صرف تو تیرے سوا کوئی نہیں

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

اِلٰهِیْ مَاعَبَدْتُکَ مِنْ خَوْفِ نَارِکَ وَلَا طَمْعًا فِیْ جَنَّتِکَ وَلٰكِنْ وَجَدْتُکَ اَهْلًا لِعِبَادَةٍ فَعَبَدْتُکَ.

اے میرے رب! میں دوزخ کے ڈر اور جنت کی لالچ کی وجہ سے تیری عبادت نہیں کرتا بلکہ تو عبادت کا مستحق ہے اس لیے میں تیری عبادت کرتا ہوں۔

حضرت علی بن موفق قدس سرہ بارگاہ الٰہی میں اس طرح مناجات کرتے ہیں کہ اے اللہ! اگر میں تیری عبادت جہنم کے خوف سے کرتا ہوں تو تو مجھے اس کا ایندھن بنا دے اور اگر میں جنت پانے کے شوق میں تیری عبادت کرتا ہوں تو تو مجھے اس سے محروم کردے اور اگر تو جانتا ہے کہ میری عبادت صرف تیرے دیدار کے شوق کی وجہ سے ہے تو پھر تیری جیسی مرضی ہو، میرے ساتھ ویسا سلوک کر۔

حضرت ابو محمد رویم بغدادی فرماتے ہیں کہ اعمال میں اخلاص یہ ہے کہ عمل کرنے والا اپنے عمل کے عوض دنیا اور آخرت میں سے کوئی چیز نہ چاہے۔

اخلاص میں یہ بھی داخل ہے کہ آدمی کو خود اپنا اخلاص نظر نہ آئے، کسی بزرگ کا قول ہے کہ اپنے اعمال کو دیکھنے سے آنکھ بند کرلینا اخلاص ہے۔

ابوبکر دقاق قدس سرہ فرماتے ہیں: اپنے اخلاص پر نظر رکھنا مخلص کے لیے نقصان دہ ہے، اس لیے جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے اخلاص کو خالص بناتا ہے تو اس کے اخلاص سے اپنے اخلاص کے دیکھنے کو نکال دیتا ہے۔

حضرت ابو یعقوب سوسی علیہ الرحمہ اخلاص کی تشریح کرتے ہیں کہ خالص عمل وہ ہے جس کا فرشتوں تک کو علم نہ ہو کہ لکھ سکیں اور نہ شیطان کو خبر ہو کہ بگاڑ سکے اور نہ ہی نفس کو علم ہو کہ اس پر فخر کر سکے۔

اخلاص کی نشانیاں:

حضرت ذوالنون مصری قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اخلاص کی تین نشانیاں ہیں:

۱۔عوام کی مدح یا مذمت بندے کے نزدیک یکساں ہو۔

۲۔اعمال میں اپنے عمل کو دیکھنا بھول جائے۔

۳۔اور یہ بھی بھول جائے کہ وہ آخرت میں اپنے اعمال کا ثواب چاہتا ہے۔ (رسالہ قشیریہ، باب اخلاص: ۴۳۶ تا ۴۴۰)

ہم اپنا جائزہ لیں:

ان تمام تفصیلات کے آئینے میں اگر ہم اپنا جائزہ لیں تو ہماری صورت حال یہ معلوم ہوگی کہ پہلے تو مجموعی طور پر سماج کا ہر فرد بے عملی اور غفلت کے شکنجے میں بری طرح سے جکڑا ہوا ہے اور اتفاق سے اگر کبھی کوئی نیک عمل ہم سے ہو بھی جاتا ہے تو وہ اخلاص سے خالی رہتا ہے، اس کی نمائش کی جانے لگتی ہے۔ یہ اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ اس چند روزہ زندگی میں اخلاص کے ساتھ کیا ہوا عمل ہمارے کام آئے گا، جو ہم نے اللہ کے لیے کیا ہے۔

اپنے دل سے پوچھیں کہ اللہ کی بارگاہ میں اپنے کس عمل کے بارے میں ہم یہ کہہ سکیں گے کہ اے اللہ! ہم نے یہ کام تیری رضا کے لیے کیا ہے۔ ہمارے پاس ہے کوئی ایسا عمل...؟ اگر نہیں تو کس منہ سے خدا کے سامنے جائیں گے...؟

محمد افتخار عالم

صدقہ فطر میں قیمتی چیز دینا افضل

اللہ عزوجل اخلاص کے نور سے ہمارے دلوں کو روشن فرمائے اور اپنی رضا میں جینے مرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین بحرمۃ رحمۃ للعالمین)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمایا:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَیْءٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ. (ال عمران:۹۲)

ترجمہ: تم ہرگز نیکی نہیں حاصل کرسکو گے جب تک تم اپنے پسندیدہ چیزوں سے خرچ نہ کرو اور تم جس چیز کو خرچ کرتے ہو، اللہ تعالیٰ اس کو خوب جانے والا ہے۔

علامہ بیضاوی فرماتے ہیں کہ:

لَنْ تَبْلُغُوْا حَقِيْقَةَ الْبِرِّ الَّذِیْ هُوَ كَمَالُ الْخَيْرِ.

تم ہرگز نیکی کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے جو خیر واحسان کا درجۂ کمال ہے، یعنی عزیز چیزوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کیے بغیر نیکی کی حقیقت تک جو خیر واحسان کا درجۂ کمال ہے، رسائی حاصل نہیں کرسکتے۔

البر سے مراد، اللہ کی رحمت، اس کی مرضی اور جنت ہے، مِمَّا تُحِبُّوْنَ، سے مراد مال ودولت یا ان جیسی چیزیں ہیں، جیسے لوگوں کی معاونت میں اپنی جاہ وحشمت کا استعمال کرنا اور اللہ کی اطاعت وفرماں برداری میں خود کو مصروف رکھنا اور اللہ کی راہ میں اپنی جان کو قربان کرنا۔ (تفسیر بیضاوی)

اس سے مراد صدقہ واجبہ ہے یا صدقہ نافلہ، اس میں علما کا اختلاف ہے، بعض واجب کہتے ہیں اور بعض سنت، حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس صدقے سے مراد عام صدقات ہیں، خواہ صدقہ واجبہ ہوں یا صدقہ نافلہ۔ (خازن)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تمام انصار میں ابوطلحہ سب سے زیادہ مالدار تھے، وہ اپنی جائداد میں ''بیرحا'' نامی باغ جو مسجد نبوی کے سامنے تھا، سب سے زیادہ پسند کرتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کبھی کبھی اس باغ میں جایا کرتے تھے اور اس کا عمدہ اور میٹھا پانی پیا کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو ابوطلحہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

یارسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ اس طرح فرماتا ہے؟ میرا سب سے زیادہ عزیز مال یہی ''بیرحا'' باغ ہے، میں اس کو اس امید سے اللہ کی راہ میں قربان کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس مال کو میرے لیے اپنے پاس جمع فرمائے، چنانچہ آپ کو اختیار ہے جس طرح آپ مناسب سمجھیں اسے تقسیم فرمائیں، آپ نے خوش ہوکر فرمایا:

مبارک ہو! یہ بہت ہی سودمند مال ہے، اس سے لوگوں کو بہت فائدہ ہوگا، پھر فرمایا:

میری رائے یہ ہے کہ تم اس کو اپنے رشتے داروں میں تقسیم کردو، حضرت ابوطلحہ نے عرض کیا: جیسا حکم ہو، اور اسے اپنے رشتے داروں اور چچازاد بھائیوں میں تقسیم کردیا۔ (بخاری ومسلم)

معلوم ہوا کہ اللہ کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کیا جائے، وہ واجب کے طور پر ہو یا نفل کے طور پر، اچھی اور پسندیدہ چیزیں ہی ہوں، خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ کی راہ میں اپنی پسندیدہ چیزیں خرچ کیا کرتے تھے۔

صدقۂ فطر میں کیا دینا افضل

صدقۂ فطر میں وہی چیزیں دینے کی کوشش کریں جن کا ذکر احادیث کریمہ میں آیا ہے، البتہ! امام اعظم کے نزدیک ان میں سب سے قیمتی اور عمدہ چیز کا دینا افضل ہے۔(؟؟)

اس سلسلے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے دو احادیث مروی ہیں جن میں ایک صاع طعام یا ایک صاع جو، یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع کشمش یا ایک کھجور کے علاوہ نصف صاع گیہوں دینے کا بھی ذکر ہے۔ (بخاری و مسلم)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ صدقہ فطر ادا کرنے میں بندوں کو اختیار رہے۔ گیہوں، جو، کھجور، کشمش، منقیٰ اور پنیر میں سے جس چیز کو ادا کرنا چاہیں ادا کر سکتے ہیں، یا ان کی قیمت بھی ادا کر سکتے ہیں۔ دوسری بات یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ وسعت والے اپنی اپنی وسعت کے مطابق صدقہ فطر ادا کریں۔

اس طرح صدقہ فطر ادا کرنے والوں کو تین درجوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، ادنیٰ، اوسط اور اعلیٰ۔

۱۔ ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ سب سے کم قیمت والی چیز ادا کی جائے، جیسے کہ ہندوستان میں کھجور، پنیر، منقیٰ اور کشمش کے مقابلے میں گیہوں یا جو کی قیمت بہت ہی کم ہے، لہٰذا گیہوں، جو، یا اس کی قیمت بطور صدقہ فطر ادا کرنے والوں کو ادنیٰ درجے میں شامل کیا جائے گا۔

اوسط درجہ یہ ہے کہ وہ چیز ادا کی جائے جس کی قیمت متوسط ہو، جیسے کھجور، پنیر یا اس کی قیمت، ایسے اشخاص کو متوسط درجے میں رکھا جائے گا۔

اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ سب سے اعلیٰ اور قیمتی چیز اللہ کی رضا کے لیے ادا کی جائے، جیسے کشمش، منقیٰ وغیرہ یا ان کی قیمت۔ ایسے لوگوں کو اعلیٰ درجے میں شمار کیا جائے گا۔

اس دنیا میں کچھ ایسے نفوس قدسیہ بھی ہیں جن کا مقصد صرف رضائے الٰہی کا حصول ہوتا ہے، وہ بطور صدقۂ فطر ایسی چیزیں دینا پسند کرتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ کا مزید قرب حاصل ہو جائے خواہ وہ چیز کتنی ہی مہنگی کیوں نہ ہو، یہ مقربین ہیں جن کا شمار اخص الخواص میں ہوتا ہے۔

صدقۂ فطر کی جو نوعیتیں اور مثالیں بیان کی گئی ہیں، وہ زمان و مکان کے اعتبار سے بدل بھی سکتی ہیں، جیسے پنیر یا منقیٰ کی قیمتیں جن ملکوں اور شہروں میں کم ہیں وہ چیزیں وہاں پر ادنیٰ یا اوسط درجے میں شامل ہوں گی۔

صدقہ فطر اور قربانی میں مماثلت

صدقہ فطر اور قربانی میں درج ذیل طریقے میں مماثلت پائی جاتی ہیں:

۱۔ صدقہ فطر واجب ہے اور قربانی بھی واجب ہے۔

۲۔ صدقہ فطر کی چیزیں مختلف ہیں اور قربانی کے جانور بھی مختلف ہیں۔

۳۔ صدقہ فطر کی چیزوں میں اختیار ہے اور قربانی کے جانور میں بھی اختیار ہے۔

۴۔ صدقۂ فطر مالک نصاب پر واجب ہے اور قربانی بھی مالک نصاب پر واجب ہے، جو لوگ زکوۃ اور فطرہ لینے

کے لائق ہیں ان پر نہ صدقہ فطر واجب ہے اور نہ قربانی۔

جب صدقہ فطر اور قربانی کی تقریباً تمام چیزوں میں مماثلت ہے تو پھر ان دونوں کے عمل میں فرق کیوں؟ جبکہ لوگ قربانی میں اپنی حیثیت کے مطابق گائے، بیل، بھینس، بکرا، بکری، اونٹ اور دنبہ کی قربانی کرتے ہیں تو پھر صدقۂ فطر میں اپنی حیثیت کا خیال کیوں نہیں کرتے؟ اب اگر کوئی یہ کہے کہ صدقۂ فطر والی اشیا کی قیمتوں میں نمایاں فرق ہوتا ہے تو قربانی کے جانوروں میں بھی کافی فرق ہوتا ہے بلکہ صدقۂ فطر کی بہ نسبت کئی گنا زیادہ ہوتا ہے۔

نصف صاع گیہوں افضل یا ایک صاع

احادیث کریمہ میں ایک صاع اور نصف صاع دونوں کا ذکر ہے، چنانچہ ائمہ ثلاثہ یعنی امام شافعی، امام مالک اور امام حنبل کے نزدیک ایک صاع پر عمل ہے جبکہ احناف کا عمل نصف صاع پر ہے، اس کی وجہ غالباً یہ ہوگی کہ عرب میں پہلے گیہوں بالکل ہی نہیں پایا جاتا تھا اس لیے اس وقت گیہوں کی قیمت دوسری چیزوں کے مقابلے میں زیادہ تھی اور دو کلو گیہوں کی قیمت چار کلو پنیر، کشمش وغیرہ کی قیمت کے برابر یا اس سے بھی زیادہ تھی، عرب کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی قدیم زمانے میں گیہوں کم ہوتا تھا، جس کے سبب اس کی قیمت زیادہ تھی، جیسے اس وقت ہندوستان میں پیٹرول کی قیمت عرب کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ ہے۔

ہندوستان میں عام طور پر صدقۂ فطر میں عراقی صاع کا اعتبار کیا جاتا ہے، بعض لوگ پونے دو کلو گیہوں یا اس کی قیمت ادا کرتے ہیں اور بعض لوگ دو کلو پینتالیس گرام گیہوں یا اس کی قیمت ادا کرتے ہیں، لیکن احتیاطاً دو کلو پینتالیس گرام یا اس کی قیمت ادا کرنا افضل ہے۔

دو کلو گیہوں یا اس کی قیمت ادا کرنے سے بلاشبہ واجب ادا ہو جائے گا لیکن اللہ تعالیٰ کا قرب خاص حاصل کرنے کے لیے مقدار واجب سے زیادہ خرچ کرنا ہوگا کیونکہ بندہ نوافل کے ذریعے ہی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے۔

چار کلو گیہوں نکالنے کے فائدے

۱۔ ایک صاع و نصف صاع، دونوں حدیثوں پر عمل ہوگا۔
۲۔ تمام فقہا کے مذاہب پر عمل ہوگا۔
۳۔ اللہ تعالیٰ کا قرب خاص حاصل ہوگا۔
۴۔ فقرا و مساکین کی زیادہ سے زیادہ مدد ہوگی۔
۵۔ بخل کی خباثت سے مزید نجات حاصل ہوگی۔

صدقہ نافلہ

عید کے دن عموماً لوگ صدقہ نافلہ اور صدقات و خیرات کے نام سے کچھ نہ کچھ نکالا کرتے ہیں، جیسے کپڑا، جوتا، چپل اور کھانے پینے کی دیگر چیزیں، اس میں بھی خاص طور سے لحاظ کرنا چاہیے کہ بیکار اور خراب چیزیں نہ تقسیم کریں، بلکہ غربا اور مساکین کو جو کچھ دیں وہ عمدہ اور اچھی چیزیں ہی ہوں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ، وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ. (بقرہ:۲۶۷)

اے ایمان والو! اللہ کی راہ میں اپنی کمائی سے عمدہ چیزوں کو خرچ کیا کرو، اور ان چیزوں میں سے جن کو ہم نے

مولانا رکن الدین سعیدی

وقت کی قیمت

تمہارے لیے زمین سے پیدا کیا، اور جو ردّی اور ناکارہ چیز ہو اس کو دینے کا ارادہ نہ کرو، حالانکہ تم خود بھی اس کو لینے والے نہیں ہو، سوا اس کے کہ تم چشم پوشی کرو۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی راہ میں زیادہ سے زیادہ خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆

انسانی زندگی میں کبھی نشیب آتے ہیں تو کبھی فراز، کبھی خوشی ہی خوشی ہوتی ہے تو کبھی غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑتا ہے، کبھی ایک چیز حاصل ہوتی ہے تو کبھی وہ ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ خوشی پانے والے ہر شخص کو یہ خوف ستاتا رہتا ہے کہ کہیں اس زندگی میں آئی خوشی کے دو پل کو کسی کی نظر نہ لگ جائے اور اسے اس خوشی سے محروم ہونا پڑے، غرضیکہ دنیا میں ہر کسی کو وقت کی مار کا خدشہ لگا رہتا ہے، لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو وقت کو انمول سمجھتے ہیں، اس کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کا صحیح استعمال کرتے ہیں، اگر کبھی ناسازگار حالات آجائیں، تب بھی ہمت نہیں ہارتے اور اس کا مقابلہ کرتے ہیں، چنانچہ کامیابی ایسے لوگوں کے قدم چومتی ہے اور وہ زندگی کے ہر مقام پر سرخرو نظر آتے ہیں۔

یہ بات تقریباً سبھی پر واضح ہے کہ وقت یا زمانے کی تین قسمیں ہیں: ۱۔گزرا ہوا زمانہ ۲۔موجودہ زمانہ ۳۔آنے والا زمانہ

ہمیں ہمیشہ اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ موجودہ وقت جو گزر رہا ہے وہ صحیح گزر رہا ہے کہ نہیں، اگر صحیح ہے تو ٹھیک، ورنہ ہمیں فوراً اس کی اصلاح اور درستگی کے بارے میں سوچنا چاہیے، تاکہ ہمارا آنے والا زمانہ اچھا سے اچھا ہو سکے۔

آج کا نوجوان طبقہ جو تعلیم سے جڑا ہوا ہے اسے خصوصاً اور باقی لوگوں کو عموماً اپنے آنے والے زمانے کو بہتر سے بہتر بنانے کے لیے ہمیشہ اپنے گزرے ہوئے اوقات سے نصیحت وعبرت حاصل کرنا چاہیے، جیسے کہ گزشتہ تعلیمی سال میں ہم سے محنت کم کیوں ہوئی؟ اس کی علت تلاش کر کے اس کی بھرپائی کرنے کی کوشش کریں تاکہ نقصان کی تلافی ہو سکے۔

لیکن ہمارے کچھ نوجوان ایسے ہیں کہ اگر کسی میدان میں انھیں ایک مرتبہ ٹھوکر لگ گئی تو وہ میدان ہی چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوتے یا پھر اپنی کارکردگی کا محاسبہ کرنے کی بجائے دوسرے کام میں لگ جاتے ہیں، جس کے سبب ان کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اس طرح وہ دربدر بھٹکنے پر مجبور ہو جاتے ہیں، خاص کر ہمارے مدارس کے طلبا، اگر وہ کسی وجہ سے امتحان میں ناکام ہو جاتے ہیں تو فوراً وہ پڑھائی چھوڑ دیتے ہیں اور دنیاوی کاموں میں مصروف ہونے کی کوشش کرنے لگتے ہیں، حالانکہ ان کو اپنے گزرے ہوئے زمانے سے حوصلہ وعبرت لینا چاہیے کہ گزشتہ سال پڑھنے میں اچھے تھے، نمبر بھی اچھے آتے تھے تو اس سال ایسا کیوں ہوا ہے کہ ہمارے نمبر کم آئے

ہیں، مگر اس کی وجہ اور علت تلاش نہیں کرتے اور دنیاوی خرافات میں لگ جاتے ہیں۔

جبکہ دنیا اور آخرت کی سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں انسان گم ہو جائے، سوتے، جاگتے، اٹھتے، بیٹھتے ہر لمحہ اسی کی ذات وصفات میں گم رہے، اس کے علاوہ کسی کا خیال دل میں نہ آنے پائے، ذہن ودماغ میں صرف ایک چیز ہو کہ ہمارا ہر فعل اللہ کی مرضی کے مطابق ہو، شریعت کی پابندی، سنت نبوی کی پاسداری اور دنیا ومافیہا سے بیزاری ہمارا مزاج بن جائے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم ہر وقت اپنا محاسبہ کرتے رہیں گے، بلکہ ہمیں اپنا محاسبہ تو ہر لمحہ کرنا چاہیے کہ ہم جو سانسیں لے رہے ہیں وہ اللہ کی مرضی کے مطابق لے رہے ہیں یا نہیں، اگر یہ نہیں ہو سکے تو کم از کم ہر نماز کے وقت اپنا محاسبہ کریں کہ ہم نے جو نماز ادا کی ہے اس میں کتنی دیر تک ہم اللہ کی یاد میں تھے اور کتنی دیر تک دنیا ومافیہا میں گم رہیں اور اگر یہ بھی نہیں ہو سکے تو کم از کم رات اور دن میں سونے سے پہلے اپنا محاسبہ کرلیں کہ ہمارا جو دن گزرا ہے اس میں ہم نے اللہ کی کتنی فرماں برداری کی ہے اور کتنی نافرمانی کی ہے اور یہ تمام محاسبہ صرف محاسبے کی حد تک محدود نہ رہے، بلکہ ہر محاسبے کے بعد خود سے معاہدہ کرنا چاہیے کہ ہماری سانسیں اللہ کی مرضی کے مطابق ہی چلیں گی، ہم اپنی نمازوں میں اللہ ہی کو یاد کریں گے اور دنیا کی فکر میں نہیں رہیں گے۔ جب اس طرح ہم اپنے قیمتی اوقات پر نظر رکھیں گے تو کامیاب بھی ہوں گے اور اللہ بھی ہم سے راضی ہو جائے گا اور پھر ہمارا حال یہ ہوگا کہ ؎

جہان ہے کہ نہیں جسم وجاں بھی ہیں کہ نہیں
وہ دیکھتا ہے مجھے اس کو دیکھا ہوں میں

تیرا جمال ہے تیرا خیال ہے تو ہے
مجھے یہ فرصت کاوش کہاں کہ کیا ہوں میں

اللہ سے دعا ہے کہ مولیٰ ہم سب کو دنیاوی کامیابی کے ساتھ ساتھ اخروی کامیابی بھی عطا فرمائے۔ (آمین)

تین طرح کی مخلوق

شیخ ابوبکر وراق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں تین طرح کے لوگ ہوتے ہیں:

۱۔امرا ۲۔علما ۳۔فقرا

جب امرا بگڑ جاتے ہیں تو رعایا کی معاشی اور کسبی حالت بگڑ جاتی ہے۔

جب علما میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے تو بندگی اور شریعت کے دستور بگڑ جاتے ہیں۔

جب فقرا بگڑ جاتے ہیں تو لوگوں کے اخلاق بگڑ جاتے ہیں۔

امرا کا بگاڑ ظلم ہے، علما کا بگاڑ لالچ سے ہے اور فقرا کی خرابی کا باعث ریا ہے۔

جامعہ عارفیہ

خانقاہ عارفیہ، سید سراواں، کوشامبی، الہ آباد، یو۔پی۔

بانی و سربراہ اعلیٰ

شیخ طریقت، داعی اسلام حضرت **شاہ ابو سعید احسان اللہ محمدی صفوی** ادام اللہ ظلہ علینا

اعلان داخلہ: ادارہ ہذا میں داخلہ بذریعہ ٹیسٹ ہوتا ہے۔ اس سال ایک ہی ٹسٹ ہوگا جو یکم ستمبر ۲۰۱۲ بروز سنیچر کو منعقد کیا جائے گا۔ درجہ اعدادیہ تا سادسہ اور شعبہ حفظ میں داخلے کے خواہش مند طلبہ مندرجہ بالا شیڈول کے مطابق اپنی درخواست کے ساتھ جامعہ میں حاضر ہو جائیں۔ یاد رہے کہ اعدادیہ میں داخلہ کے لیے پانچویں کلاس کی مارکشیٹ اور ٹی سی ضروری ہے۔

داخلہ لینے والے سبھی طلبہ کو T.C. و والد/سرپرست کی ID اور Address Proof کے ساتھ فوٹو لانا ضروری ہے۔

MANUU اور NCPUL اسٹڈی سینٹر جامعہ عارفیہ اعلیٰ تعلیم کے فروغ اور طلبہ مدارس کو عصری تعلیم سے آراستہ کرنے کے لئے (سینٹرل یونیورسٹی) "مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی" حیدر آباد اور "قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان" دہلی کا اسٹڈی سینٹر بھی چلا رہا ہے جہاں بی۔اے، بی۔کام، بی۔ایس سی اور ایم۔اے، اردو، انگریزی اور تاریخ میں داخل طلبہ و طالبات کی تعداد تقریباً ۳۱۸ رہے۔ اسی طرح "قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان" کے اسٹڈی سینٹر پر اردو ڈپلوما اور عربی سرٹیفکٹ میں داخلہ لینے والے طلبہ و طالبات کی تعداد ۳۵۰ سے زائد ہے۔ مزید معلومات کے لئے رابطہ کریں۔ Mob.: 8081109914, 9026981216, E-mail : manuusc019@gmail.com

مجلّہ الاحسان شاہ صفی اکیڈمی سے شائع ہونے والے مجلّہ **الاحسان** کے چوتھے شمارے کی تیاری کا آغاز ہو چکا ہے۔ قلم کار حضرات سے گزارش ہے کہ اپنی نگارشات سے نوازیں اور باذوق قارئین مجلّہ کی رکنیت قبول کر کے اس علمی مشن کے فروغ میں اپنا تعاون پیش فرمائیں۔ اس سے متعلق معلومات کے لئے رابطہ کریں۔

Mob.: 09026981216, 09899156384, E-mail : alehsaan.yearly@gmail.com

رابطہ کا پتہ:

JAMIA ARIFIA
Saiyed Sarawan, Kaushambi, Allahabad (U.P.) - 211001
Mob. : 09696973121, 09026981216, 09628482614, 09335292771
Fax : 0532-2702332 ● E-mail : jamiaarifia1993@gmail.com

ترسیل زر کا پتہ

SHAH SAFI MEMORIAL TRUST
Ac/No - 30201703659
State Bank of India, Manauri Bazar
Branch Code - 2576
E-mail : shahsafimemorialtrust@gmail.com

شائع کردہ شاہ صفی میموریل ٹرسٹ، خانقاہ عارفیہ، سید سراواں، کوشامبی، الہ آباد، یوپی۔ Ph: 09696973121, 09026981216, 09628482614, 09335292771

جہانگیر حسن

مومن کی عید

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا.

اے محبوب! آپ فرما دیجئے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی منانی چاہیے۔ (یونس:۵۸)

کسی اچھی اور محبوب چیز کے ملنے پر دل کو جو لذت اور سرور ملے اُسے فرح یا خوشی کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کی وجہ سے ملنے والی خوشی سے بہتر کون سی خوشی ہو سکتی ہے، جو دل کو بھی فرحت دیتی ہے اور ایمان وروح کو بھی تازگی بخشتی ہے۔

بعض مفسرین نے اس آیت میں 'فضل' سے مراد اسلام اور 'رحمت' سے مراد قرآن لیا ہے جبکہ بعض نے 'فضل' سے قرآن حکیم اور 'رحمت' سے احادیث کریمہ مراد لیا ہے۔

لیکن ذرا غور سے کام لیں تو اس کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ 'فضل' سے نعمت الٰہی اور 'رحمت' سے بخشش الٰہی۔ اس صورت میں فضل میں اسلام، قرآن اور احادیث سب شامل ہو جائیں گے، جو یقیناً فضل الٰہی ہیں اور رحمت میں توحید، نماز، روزہ، حج، زکاۃ اور دیگر نیک اعمال پر جو ثواب ملتا اور جن کے ذریعے ہماری مغفرت ہوتی ہے شامل ہو جائیں گے اور جس انسان پر فضل الٰہی اور رحمت الٰہی ہو جائے اس کی خوشی کا ٹھکانہ کیا ہوگا، کچھ نہ پوچھئے۔

اب اس کی روشنی رمضان کو فضل الٰہی قرار دیں اور اس میں حاصل ہونے والی برکات، جیسے عشرۂ رحمت، عشرۂ مغفرت اور عشرۂ نجات کو اللہ کی رحمت جانیں تو ان فضل و رحمت کے ملنے پر عید منانا اللہ کے فرمان پر عمل کرنا ہے، جس کا حکم آیت مذکورہ میں دیا گیا ہے۔

عید: اس کا لفظی معنی ایسی خوشی ہے جو بار بار حاصل ہو، لیکن اصطلاح میں عید اس خوشی کو کہتے ہیں جو ماہ رمضان کے مکمل روزے رکھنے کے بعد شکرانے کے طور پر منائی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ لِتُکْمِلُوْا الْعِدَّ ۃَ وَ لِتُکَبِّرُوْا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰیکُمْ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ. (بقر:۱۸۵)

گنتی پوری کرو اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے اعتبار سے، اس کی بڑائی بیان کرو تاکہ تم شکرگزار بندہ رہو۔

اس میں گنتی پوری کرنے سے مراد ماہ رمضان کی گنتی یعنی روزے ہیں اور بڑائی بیان کرنے سے مراد شکرانہ عمل یعنی عید ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہماری عید دراصل اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے، اگر ہم نے ماہ رمضان اور اس کے روزے کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو راضی نہیں کیا تو سمجھ لیجئے کہ ہماری عید،

ہمارے لیے عید نہیں بلکہ وعید ہے، اس کے لیے ہمیں اللہ کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کرنا چاہیے۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جنھیں حیات ہی میں جنت کی بشارت دی چکی ہے اور جن کی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر ہیں، جب عید آتی تو آپ زاروقطار روتے، پوچھا جاتا آپ اس قدر کیوں رو رہے ہیں، آج تو عید ہے، خوشی منانے کا دن ہے، یہ سن کر امیر المومنین فرماتے:

هٰذَايَوْمُ الْعِيْدِوَهٰذَايَوْمُ الْوَعِيْدِ.

یہ خوشی کا دن بھی ہے اور خوف کا دن بھی۔

خوشی اس کے لیے ہے جس کے روزے مقبول ہوئے اور جس سے اللہ راضی ہوا، لیکن جس کے نہ روزے مقبول ہوئے اور نہ اللہ راضی ہوا تو اس لیے یہ عید سزا کا دن ہے۔

وَاَنَالَااَدْرِیْ اَمِنَ الْمُقْبُوْلِیْنَ اَمِنَ الْمَطْرُوْدِیْنَ.

اور میں یہ نہیں جانتا ہوں کہ میں مقبولوں میں سے ہوں یا غیر مقبولوں میں سے۔

چنانچہ میں اسی لیے رو رہا ہوں کہ نہ جانے اللہ تعالیٰ آخرت میں میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ عید کی رات کو ”لَيْلَةُ الْجَائِزَةِ“ یعنی انعام کی رات بھی کہتے ہیں۔

روایت میں ہے کہ جب عید کی صبح ہوتی ہے تو فرشتے اللہ کے حکم سے چاروں طرف پھیل جاتے ہیں اور آواز دیتے ہیں کہ امت محمد یہ! اللہ کی بارگاہ میں آؤ جو انعام دینے والا اور گناہوں کی مغفرت فرمانے والا ہے، چنانچہ جب وہ عیدگاہ کے لیے نکلتے ہیں تو اللہ فرشتوں سے فرماتا ہے:

مَاجَزَاءُ الْاَجِيْرِ اِذَاعَمِلَ عَمَلَهٗ ؟فَتَقُوْلُ الْمَلَائِكَةُ اِلٰهَنَا وَسَيِّدَنَاجَزَاءُ هٗ اَنْ تُوَفِّيَهٗ اَجْرَهٗ. (شعب الایمان)

جب مزدور اپنا کام پورا کرلے تو اس کا بدلہ کیا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں کہ اے اللہ! اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے۔

امام محمد غزالی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

جب عید آتی ہے تو شیطان چلا کر روتا ہے، اس کی بدحواسی دیکھ کر دوسرے شیاطین پوچھتے ہیں کیا ہوا؟ وہ کہتا ہے کہ ہائے افسوس! آج کے دن امت کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا، انھیں نفسانی لذتوں اور خواہشات میں مبتلا کردو۔ (مکاشفۃ القلوب)

چنانچہ اگر آپس میں ایک دوسرے کے درمیان دل میں بغض وکینہ ہو تو عید کے دن مل کر معافی تلافی کرلینی چاہیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس آپسی بغض وعناد کی وجہ سے ہم اللہ تعالیٰ کے انعام یعنی بخشش سے محروم ہو جائیں۔

غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میرے لیے وہ دن عید کا دن ہوگا جس دن میرا خاتمہ ایمان کے ساتھ ہوگا۔

معلوم ہوا کہ اصل عید اور اس کی خوشی ایک بندے کو اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب اس کا رب اس سے راضی ہو۔

بہت سے لوگ عید میں فقط اپنا اور اپنے اہل وعیال کی خوشی کا خیال رکھتے ہیں، لیکن اپنے پڑوسیوں، مفلسوں اور محتاجوں کی خوشی کا خیال نہیں کرتے، مزید یہ کہ صرف اپنے برابر

اور اپنے ہم منصب لوگوں کے ساتھ مل کر عید کی خوشی بانٹتے ہیں، ایسا کرنا نہ صرف اخلاقی اور سماجی اعتبار سے جرم ہے، بلکہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا سبب بھی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: وہ مومن نہیں جس کا پڑوسی بھوکا ہو اور وہ خود شکم سیر ہو۔ (طبرانی)

اگر اس پہ قیاس کریں تو بلاشبہ یہ کہا جاسکتا کہ جو خود تو عید کی خوشی منائے لیکن اس کا پڑوسی اس میں شریک نہیں تو اس کی یہ عید، عید نہیں بلکہ وعید ہے یعنی اللہ و رسول اس شخص کے اس عمل سے راضی نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جو صدقۂ فطر ادا کرنے کا حکم دیا ہے تو اسی لیے کہ مفلسوں اور محتاجوں کے لیے عید کی خوشی میں شریک ہونے کا موقع ملے اور انھیں اپنی مفلسی کا احساس نہ ہو۔

ہم میں بعض مغرور اور گھمنڈی ایسے بھی ہوتے ہیں جو عام دنوں میں بچوں کو تو جھڑکتے ہی ہیں، عید کے دن بھی بچوں کو ڈانٹنے اور پھٹکارنے سے باز نہیں آتے، ایسا کرنا نہ اللہ کو پسند ہے اور نہ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کو۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَيْسَ مِنَّامَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَاوَ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا. (ترمذی)

جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی تعظیم و توقیر نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔

اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ عید میں چھوٹوں کے ساتھ حسن سلوک اور بھلائی سے پیش آئیں اور ہر طرح کی رنجش اور بداخلاقی سے اجتناب کریں۔

عید کو عام تہوار یا محض خوشی کا ذریعہ سمجھنا مومنانہ شان کے خلاف ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک ہے، چنانچہ اس کا احترام اور اس کی عزت و توقیر کرنا بھی ہر مومن کے لیے لازم ہے، تاکہ مومن کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَ مَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْب. (حج:۳۲)

جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کرے، تو یہ دلوں کی پرہیزگاری میں سے ہے۔

رہا سوال کہ عید کی تعظیم و توقیر کس طرح سے کی جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ عید کے دن کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جس سے کسی کو تکلیف پہنچے اور اللہ ناراض ہو، ہر لعو ولعب اور خرافات سے یکسر اجتناب کیا جائے، مفلس پر اپنی مالداری کا رعب نہ ڈالا جائے، عید کے جو اعمال ہیں انھیں درستگی کے ساتھ ادا کیا جائے، صرف اپنے احباب و اقارب یا مالداروں کو اہمیت نہ دی جائے، مفلسوں کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جائے جو ایک مالدار اور جاہ و حشمت والوں کے ساتھ عموماً کیا جاتا ہے، بلکہ ان سے کہیں زیادہ احسان و بھلائی کا معاملہ کیا جائے، تاکہ انھیں اپنی محتاجی اور مفلسی کا احساس نہ ہو۔

اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو ٹھیک ورنہ ہم چاہے جتنا بھی عمدہ لباس زیب تن کرلیں، چاہے جتنی بھی دعوت کا اہتمام کرلیں ہماری عید مومن کی عید کہلانے کے لائق نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلامی طریقے سے عید منانے کی توفیق دے۔ (آمین)

صدام حسین

حضرت فاطمہ :حیات ومعمولات

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ. (حجرات:۱۳)

یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا سے زیادہ قریب تم میں وہ شخص ہے جواللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔

اب جواللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والا ہوگا وہ چاہے مرد ہو یا عورت، اللہ تعالیٰ کی رضا سے زیادہ قریب ہوگا اور بارگاہ الٰہی میں زیادہ معزز اور مقبول ہوگا۔

اس اعتبار سے دیکھا جائے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، اللہ تعالیٰ کی رضا سے زیادہ قریب ہیں اور ان خوش نصیب عورتوں میں سے ایک ہیں جنھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حیات ہی میں جنتی ہونے کی بشارت دے دی تھی اور تمام عورتوں کی سردار قرار دیا تھا۔

ولادت باسعادت

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ اعلان نبوت کے پانچ سال قبل مکہ میں پیدا ہوئیں، آپ کے والد کریم کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور والدہ کا نام حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے، آپ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی بیٹی ہیں۔

فضیلت

بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَاطِمَۃُ بُضْعَۃٌ مِّنِّی مَنْ أَغْضَبَھَا فَقَدْ أَغْضَبَنِیْ.

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میرے بدن کا ٹکڑا ہے، جس نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھ کو ناراض کیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

أَمَا تَرْضِیْنَ أَنْ تَکُونِی سَیِّدَۃَ نِسَاءِ أَھْلِ الْجَنَّۃَ. (بخاری ومسلم)

کیا تم کو اس بات سے راضی نہ ہوگی کہ تم جنتی عورتوں کی سردار ہو یا یہ فرمایا کہ مومن عورتوں کی سردار ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک دوسرے سے بہت محبت اور لگاؤ رکھتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں کی تکلیف کے سبب جب کبھی غمگین ہوتے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی آب دیدہ ہوجاتیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی جب اپنی پیاری صاحبزادی کو تکلیف میں دیکھتے تو پریشان ہوجاتے، لیکن جب تقوی و طہارت اورعبادت وریاضت کی بات آتی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بڑی شفقت کے ساتھ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی دلجوئی کرتے اور انھیں ہمیشہ یاد الٰہی اور ذکر الٰہی میں مصروف رہنے کی تلقین فرماتے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ایک فرمانبردار بیٹی کی طرح اپنے شفیق والدگرامی کی بات ماننے میں ذرا بھی تأمل نہیں کرتی تھیں۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لاتیں تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو جاتے اور اپنی نشست گاہ پر اپنی لخت جگر کو بیٹھاتے ،اسی طرح جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ کے گھر تشریف لے جاتے تو سیدہ فاطمہ بھی کھڑی ہوجایا کرتیں اوراپنی جگہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بٹھاتیں۔

خاتون جنت سیدہ فاطمہ سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کواتنا پیاراس لیے بھی تھا کہ وہ بیٹیوں میں سب سے زیادہ دیندار،صابرہ،شاکراورسب سے زیادہ عبادت گزار تھیں۔

حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مثالی تربیت نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کوفضل وکمال میں یکتائے روزگار بنادیا تھا جس کی مثال عالم انسانی میں مشکل سے ملے گی ، بالجملہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہامحسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکمل عکس اور پرتو تھے۔

ازدواجی زندگی

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پندرہ سال کی ہوئیں تو شادی کے لیے مختلف پیغام آنے لگے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی رشتہ قبول نہ فرمایا،لیکن جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا پیغام آیا تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول کرلیا اورفرمایا کہ:تمہارے پاس مہر دینے کے لیے کیا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میں نے جو ذرہ پہنائی تھی وہ کہاں ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ وہ تو موجود ہے۔

آپ نے فرمایا کہ وہی کافی ہے۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس ذرہ کو چھ سو درہم میں فروخت کیا اوراس کی قیمت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا،اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم ہوا کہ بازار سے خوشبولائیں، پھر صحابۂ کرام کی ایک مجلس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ ذی قعدہ سنہ دوہجری میں بدر کے بعد پانچ سو درہم کے عوض حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔

تنبیہ : پانچ سودرہم کا موجودہ قیمت تقریباً ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔

مسند احمد کی روایت ہے کہ شادی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

أَمَا تَرْضِيْنَ اِنِّي زَوَّجْتُكِ أَقْدَمَ اُمَّتِيْ سِلْماً وَأَكْثَرَهُمْ عِلْماً وَأَعْظَمَهُمْ حِلْماً.

(کنزالعمال: ج:٦،ص:١٥٣)

کیاتم اس بات سے راضی نہ ہوگی کہ میں نے تمہاری شادی اس سے کی ہے جومیری امت میں پہلا مسلمان ہے اور علم وحلم میں سب سے زیادہ ہے۔

اولادامجاد

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی کل پانچ اولاد تھیں ،تین لڑکے جن میں ایک کا نام حضرت حسن، دوسرے کا نام حضرت حسین اورتیسرے کانام حضرت محسن ہے،حضرت محسن بچپن میں

ہی وفات گئے تھے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

دو بیٹیاں تھیں، جن میں ایک کا نام زینب اور دوسری کا نام ام کلثوم رضی اللہ عنہما تھا۔

معمولات

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بہترین اخلاق اور شریف طبیعت کی مالکہ تھیں، کبھی کسی کو تکلیف میں دیکھنا پسند نہیں کرتیں، خود بھوکے رہنا گوارا کر لیتی تھیں لیکن کسی سائل کو کبھی بھوکا نہیں لوٹنے دیتیں، اکثر ایام فاقہ سے گذار دیتیں، پھر بھی کبھی کوئی حرف شکایت زبان پر نہیں لاتیں، بلکہ ہمیشہ اللہ کا شکر ادا کرتی رہتیں، عبادت وریاضت اور ذکر واذکار کا حال یہ تھا کہ فرائض اور واجبات کی ادائیگی میں کوئی کمی نہ رہ پاتا، اس کے علاوہ قرآن کریم کی تلاوت بھی بکثرت کیا کرتی تھیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے گھر میں کبھی کوئی خادمہ نہیں رکھا، اپنا کام خود کیا کرتیں اور شوہر کی خدمت بھی بڑی محبت کے ساتھ انجام دیتی تھیں۔

وصال مبارک

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ٹھیک چھ مہینے کے بعد ۳؍رمضان المبارک سنہ گیارہ ہجری، بروز بدھ اس دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئیں اور ''جنۃ البقیع ''میں مدفون ہوئیں، انتقال کے وقت آپ کی عمر شریف ۲۴؍سال کی تھی۔

☆☆☆

اہل بیت

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت ایک اونی چادر اوڑھے باہر تشریف لائے۔ آپ کے پاس جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے انھیں اپنی چادر میں داخل کر لیا پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے اور وہ بھی ان کے ساتھ چادر میں داخل ہو گئے پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں آپ نے انھیں بھی اپنی چادر میں داخل کر لیا پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم آئے، آپ نے انھیں بھی چادر میں لے لیا۔ اس کے بعد یہ آیت مبارکہ پڑھی: ''اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْراً۔'' (احزاب:۳۳)

اے اہل بیت! اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر طرح کی آلودگی دور کر دے اور تم کو ہر گناہ سے خوب خوب پاک وصاف کر دے۔ (صحیح مسلم)

ادارہ

حضرت بی بی تحفہ رحمۃ اللہ علیہا

شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک رات مجھے نیند نہیں آئی اور ایک عجیب قسم کا اضطراب میرے اندر پیدا ہوا، یہاں تک کہ میں تہجد کی ادائیگی سے بھی محروم رہا، فجر کی نماز پڑھ کر میں باہر نکل گیا۔ میرا خیال تھا کہ باہر سیر کرنے سے اضطراب میں کمی آجائے گی، لیکن وہاں بھی اضطراب میں کچھ کمی نہیں آئی، چنانچہ میں اسپتال چلا گیا تا کہ وہاں بیماروں کو دیکھنے سے شاید کچھ خوف وعبرت حاصل ہو، اور اضطراب و پریشانی میں کچھ کمی آئے۔

جب میں اسپتال پہنچا تو وہ پریشانی اور بے چینی دور ہوگئی اور مجھے قلبی سکون حاصل ہوا، یکا یک میری نگاہ ایک لونڈی پر پڑی جو بہت تندرست تھی اور فاخرہ لباس پہنے ہوئے تھی، اس کے لباس سے بہت ہی عمدہ خوشبو آرہی تھی اور حد درجہ حسین بھی تھی، لیکن اس کے دونوں ہاتھ اور پاؤں بندھے ہوئے تھے، جیسے ہی اس نے مجھے دیکھا رونے لگی اور چند اشعار پڑھے!

میں نے اسپتال کے منیجر سے پوچھا یہ کون ہے؟ اس نے جواب دیا یہ ایک پاگل لونڈی ہے اور اس کے مالک نے اس کو یہاں بھیج دیا ہے تا کہ وہ ٹھیک ہوجائے، جب اس نے منیجر کی یہ باتیں سنیں اس کا رونا ختم ہوگیا اور اشعار کی زبانی یہ کہا:

اے لوگو! میں پاگل نہیں ہوں، بلکہ عالم سکر میں ہوں اور میرا دل فریاد کر رہا ہے۔

تم نے مجھے ہتھکڑیاں پہنادی ہیں جبکہ میں بے گناہ ہوں، میری کوشش اس کی محبت کے لیے ہے اور یہ رسوائی ہے۔

میں اسی محبوب کی محبت میں مفتون ہوں اور میں اس کے دروازے سے دور ہونا نہیں چاہتی۔

چنانچہ وہی میری صلاح ہے جس کو تم نے فساد سمجھا ہے اور وہی میرے لیے فساد ہے جس کو تم نے میرے لیے صلاح سمجھا ہے۔

جو اس خواجۂ خواجگاں سے محبت کرنے والا ہوا گر وہ اس کو اپنے لیے پسند کرے تو کیا گناہ ہے۔

یہ سن کر میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے، جب اس نے میرے آنسو دیکھے تو کہا: اے سری! تمہارا یہ رونا محض اس کی صفت سننے سے ہے اگر تم اس کو پورے طور پر پہچان لو تو پھر تمہارا کیا حال ہو! یہ کہہ کر وہ بے ہوش ہوگئی، کچھ دیر بعد ہوش میں آئی تو میں نے کہا کہ اے لڑکی! یہ بتا۔ تجھ کو میرا نام کس طرح معلوم ہوا، اور تو نے مجھے کیسے پہچان لیا؟

اس نے کہا جب سے اس محبوب حقیقی کو پہچانا ہے میں جاہل نہیں رہی ہوں، میں نے کہا: سنا ہے کہ تم کو محبت ہے، بتاؤ کس سے محبت ہے؟ اس نے کہا: اس ذات سے جس نے ہم کو اپنی تین نعمتوں سے واقف کرادیا ہے اور وہ اپنی نعمتوں کے باعث ہمارے دلوں سے قریب ہے اور سوالی کی بات ماننے والا ہے۔ میں نے کہا: یہ بتاؤ کہ تم کو یہاں کس نے قید کیا ہے؟

اس نے جواب دیا: اے سری! حاسدوں نے مجھ پر حسد کیا اور ایک دوسرے سے تعاون کیا، اس کے بعد ایک چیخ ماری، میں سمجھا شاید اس کی جان نکل گئی، لیکن کچھ دیر بے ہوش رہنے

کے بعد ہوش میں آئی اور حسب حال اس نے کچھ اشعار پڑھے۔

میں نے اسپتال کے منیجر سے کہا اس کو آزاد کر دو، اس نے میری بات مان لی اور جانے کی اجازت دے دی، میں نہ کہا: اب تم جہاں جانا چاہتی جاؤ۔

اس نے کہا: اے سری! میں کہاں جاؤں، میرے جانے کے لیے کہیں جگہ نہیں ہے، جو میرے دل کا حبیب ہے اس نے مجھ کو اپنے ایک غلام کا غلام بنا دیا ہے۔ ایک سوداگر میرا مالک ہے جب وہ راضی ہو تو جاؤں گی ورنہ صبر کرلوں گی، میں نے دل میں کہا کہ واللہ یہ مجھ سے زیادہ عاقل ہے، اسی درمیان اس کا مالک اسپتال پہنچ گیا، اس اسپتال کے منیجر سے پوچھا کہ 'تحفہ' کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ اندر شیخ سری سقطی کے پاس ہے، وہ بہت خوش ہوا، اور آکر مجھے سلام کیا اور میری تعظیم بجا لایا۔ میں بے کہا: اے سوداگر! یہ کنیز میری تعظیم سے زیادہ تعظیم کے لائق ہے۔ کیا وجہ ہے کہ تم نے اس کو قید کر رکھا ہے؟ سوداگر نے کہا: اے حضرت! یہ بہت زیادہ باتیں کرتی ہے، یہ عقل سے بے گانہ ہوگئی ہے، نہ کھاتی ہے نہ سوتی ہے اور نہ مجھے سونے دیتی ہے، بڑی فکرمند رہتی ہے، ہمیشہ رونے سے کام ہے اور صورت حال یہ ہے کہ میری کل پونجی یہی ہے، میں نے اپنے تمام سرمایے کے بدلے اس کو بیس ہزار درم دے کر خریدا تھا اور مجھے امید تھی کہ اس سے کافی فائدہ ہوگا، کیونکہ یہ اپنے فن میں کامل ہے۔

میں نے کہا: اس کا فن کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: یہ بہترین مطربہ ہے۔ پھر پوچھا اس کی بیماری کتنی مدت سے ہے اور اس حال کی ابتدا کیسے ہوئی؟

اس نے کہا: اس کی یہ حالت ایک سال سے ہے اور اس کی ابتدا عود پر کچھ اشعار پڑھتے ہوئی کہ:

اے محبوب! تیرے حق کی قسم میں نے کبھی عہد نہیں توڑا، اور نہ صفائی کے بعد کبھی دوستی کو مکدر کیا ہے۔

میں نے اپنے پہلوؤں اور دل کو سوزش سے بھر لیا ہے، پس مجھے لذت اور آرام حاصل ہو سکتا ہے۔

اے وہ ذات! جس کے سوا میرا کوئی اور مولیٰ نہیں ہے میں تجھے دیکھ رہا ہوں کہ تو نے مجھے لوگوں کا غلام بنا دیا ہے۔

اس کے بعد عود کو توڑ ڈالا اور رونا شروع کر دیا، ہم نے خیال کیا کہ اس کو کسی شخص سے محبت ہوگئی ہے، لیکن جلد ظاہر ہوگیا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے، میں نے پوچھا: کیا یہی صورت حال گزری ہے، وہ شکستہ دل اور زبان سے کہنے لگی:

اللہ تعالیٰ نے میرے دل سے خطاب کیا، پس میرا وعظ میری زبان سے جاری ہوگیا، اس نے مجھ کو روزی کے بعد اپنے قریب کر لیا جس کے لیے مجھے طلب کیا اور میں نے خوشی سے قبول کر لیا اور پکارنے والے کے جواب میں میں نے لبیک کہا، پہلے تو اپنے گناہوں سے ڈری لیکن محبت نے امیدوں کی راہ پر ڈال دیا کہ پہلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

میں نے سوداگر سے کہا: اس کی قیمت میں ادا کر دوں گا بلکہ قیمت سے بھی زیادہ دوں گا، وہ چیخ اٹھی کہ اے سری!

تمہارے پاس کیا ہے تم ایک مرد درویش ہو، میں نے کہا: جلدی نہ کرو جب تک میں قیمت لاؤں تم یہیں رہو۔

میں یہ کہہ کر روتا ہوا اپنے گھر چلا گیا، خدا کی قسم! میرے پاس اس وقت ایک دینار بھی نہ تھا بلکہ ایک درم بھی نہ تھا، میں رات کو اسی فکر میں سرگرداں تھا، نیند اچاٹ ہو چکی تھی اور تنہائی میں عاجزی کے ساتھ اللہ سے دعا کرتا تھا: اے پروردگار! تو میرے ظاہر و باطن کو جانتا ہے، میں نے تیرے فضل و کرم پہ

اعتبار کیا ہے، مجھے رسوا نہ کرنا، اتنے میں ایک شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا، میں نے پوچھا: کون ہے؟ جواب ملا کہ ایک دوست ہوں، میں نے دروازہ کھول دیا تو دیکھا کہ ایک شخص ہے جس کے ساتھ چار غلام ہیں اور شمع بھی ساتھ ہے۔

اس نے اندر آنے کی اجازت چاہی، میں نے اجات دے دی، جب وہ اندر آیا تو میں کہا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں احمد مثنیٰ ہوں، ابھی کچھ دیر پہلے ایک خواب دیکھا کہ ہاتف نے مجھے پکار کہا کہ پانچ توڑے سری سقطی کے پاس لے جا اور اس کو خوش کر دے تا کہ وہ تحفہ کو خرید سکے۔

جب میں نے یہ سنا تو سجدۂ شکر بجالایا کہ اس نے مجھے یہ نعمت عطا فرمائی۔

سری سقطی فرماتے ہیں کہ میں صبح کے انتظار میں اسی طرح بیٹھا رہا، صبح کی نماز پڑھ کر باہر نکلا اور اپنے ساتھ احمد مثنیٰ کو بھی لایا۔ جب شفاخانہ پہنچا تو اسپتال کا منیجر اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا گویا کسی کا انتظار ہو، اس نے ہم سب کا استقبال کیا اور کہا: واقعی اللہ تعالیٰ کے یہاں ''تحفہ'' کا رتبہ بڑا ہے، کیونکہ رات مجھے ایک ہاتف نے آواز دی اور کہا:

وہ محبوبہ ہمارے دل میں ہے اور مہربانی سے محروم نہیں ہے، اسے قرب خاص عطا کیا گیا، پھر اس نے اور ترقی کی اور بلند رتبہ ہوئی۔

جب ہم نے ''تحفہ'' پہ نظر ڈالی تو وہ رونے لگی اور مناجات کرنے لگی: اے اللہ! تو نے لوگوں میں مجھے مشہور کر دیا۔

ہم ابھی وہیں بیٹھے ہوئے تھے کہ ''تحفہ'' کا مالک روتا ہوا آیا، میں نے کہا: روتے کیوں ہو جو کچھ تم نے قیمت کہی تھی وہ لایا ہوں بلکہ پانچ ہزار نفع کے بھی ہیں۔ اس نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم میں یہ رقم نہیں لوں گا۔

میں نے کہا: اچھا اس کی قیمت کے برابر نفع لے لو۔ اس نے کہا اے استاد! اگر تمام دنیا بھی مجھے دو گے تو میں نہیں لوں گا۔ ''تحفہ'' خالصۃً للہ آزاد ہے۔

میں نے کہا: ماجرا کیا ہے؟ سوداگر نے کہا: اے استاد! رات مجھ پر جھڑکی پڑی ہے۔ اب میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنا سارا مال ترک کر دیا ہے اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہوں، اے اللہ! تو میرے رزق کی کشادگی کے لیے اچھا کفیل بن جا۔ میں نے احمد مثنیٰ کی جانب دیکھا وہ بھی رو رہے تھے میں نے کہا کہ تم کیوں روتے ہو، اس نے جواب دیا اس لیے روتا ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے جس امر کی طرف بلایا تھا وہ مجھ سے اب راضی نہیں ہے، کیونکہ میرا مال ''تحفہ'' کی آزادی میں کام نہ آیا۔ میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے بھی اپنا تمام مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کے لیے مخصوص کر دیا۔ میں نے کہا: دیکھئے کہ ''تحفہ'' کی برکات سب پر روشن اور ظاہر ہوئی ہیں، اس کے بعد ''تحفہ'' اٹھی اور اس کے جسم پر جو زرق برق کپڑے تھے وہ اتار دیے اور ٹاٹ پہن کر باہر نکل گئی، وہ رو رہی تھی، میں نہ کہا: اللہ تعالیٰ نے تجھے رہائی دی تو اب کیوں رو رہی ہے؟ اس نے کہا: میں اسی کی طرف بھاگ رہی ہوں اور رو رہی ہوں، اس لیے کہ میرا رونا اور بھاگنا اسی کے لیے ہے۔ حالانکہ وہ میرا مطلوب ہے اور میں اس کی سوالی ہوں، میں اس کے سامنے سے دور نہ ہوں گی یہاں تک کہ اس سے جس چیز کی امید ہے وہ اس سے پالوں۔

اس کے بعد ہم سب باہر نکل آئے، ہم نے ہر چند تحفہ کو تلاش کیا مگر وہ ہمیں کہیں نہیں مل سکی۔

(ماخوذ از نفحات الانس، ص: ۲۹۸)

رضوان عارف

میراث میں خواتین کا حصہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر جن حقوق کو فرض کیا ہے وہ دوطرح کے ہیں: ۱۔حقوق اللہ ۲۔حقوق العباد

حقوق اللّٰہ: جن کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے، جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ۔

حقوق العباد: جن کا تعلق بندوں سے ہے، جیسے والدین، پڑوسی اور بھائی بہن کے حقوق وغیرہ۔

یہاں پر حقوق العباد کے صرف ایک پہلو ''میت کے ترکہ میں خواتین کے حقوق'' پر روشنی ڈالی جائے گی۔

میراث: یعنی ترکہ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جسے میت نے چھوڑا ہو، جیسے مال ودولت، زمین جائداد، مکان وغیرہ۔

میت کے مال کے ساتھ ترتیب وار چار طرح کے حقوق متعلق ہوتے ہیں:

۱۔میت کے کفن دفن میں لگایا جائے گا۔

۲۔اس کے بعد بقیہ مال سے اس کے قرض ادا کیے جائیں گے، اس کی بیوی کا مہر بھی قرض میں داخل ہے اگر زندگی میں ادا نہ کیا ہو۔

۳۔اس کے بعد جو مال بچے اس کے ایک تہائی سے میت کی وصیت نافذ کی جائے گی، اگر تہائی حصے سے زائد کی وصیت کی ہو تو اسے پورا کرنا واجب نہیں۔

۴۔اس کے بعد بقیہ مال وارثین کے درمیان تقسیم کیا جائے گا۔

بنیادی طور پر وارثین دوطرح کے ہوتے ہیں:

اصحابِ فرائض: یہ وہ لوگ ہیں جن کا حصہ شریعت نے متعین کیا ہے۔

عصبہ: جو اصحابِ فرائض کے دینے کے بعد بچے ہوئے مال کا مستحق ہو، اور اصحاب فرائض کے نہ ہونے کی صورت میں پورے مال کا مالک ہو۔

جن خواتین کے حقوق شریعت میں مقرر ہیں، وہ یہ ہیں:

۱۔بیوی ۲۔بیٹی ۳۔پوتی ۴۔سگی بہن
۵۔باپ شریک بہن ۶۔ماں شریک بہن
۷۔ماں ۸۔دادی نانی

ذیل میں ان میں سے ہر ایک کی الگ الگ حالتیں بیان کی گئی ہیں۔

تنبیہ: ہر مثال میں آسانی کے لیے ترکہ چوبیس ہزار مانا گیا ہے اور اسی اعتبار سے حصے بیان کیے گئے ہیں۔

۱۔بیوی: اس کی دو حالتیں ہیں:

اول: اگر میت کی کوئی اولاد نہ ہو فقط ایک یا ایک زیادہ بیوی ہو تو اس کو ترکہ کا چوتھائی حصہ یعنی چھ ہزار ملے گا۔

(یہاں اولاد سے مراد بیٹا یا بیٹی، پوتا، پوتی یا ان کی اولاد ہے)

دوم: اگر میت کی کوئی اولاد ہو تو پھر بیوی کو آٹھواں حصہ یعنی تین ہزار ملے گا۔

اس مثال کو قرآن کریم میں یوں واضح فرمایا گیا ہے:

وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ. (نسا:۱۲)

اور بیویوں کے لیے تمہارے چھوڑے ہوئے مال سے چوتھائی حصہ ہے اگر تمہاری کوئی اولاد نہ ہو۔ اور اگر تمہاری اولاد ہو تو ان کے لیے آٹھواں حصہ ہے۔

۲۔ **بیٹی**: اس کی تین حالتیں ہیں:

اول: صرف ایک بیٹی ہو، اور کوئی بیٹا نہ ہو تو بیٹی کو ترکہ سے آدھا حصہ یعنی بارہ ہزار ملے گا ہے۔

دوم: ایک سے زائد بیٹیاں ہوں، اور کوئی بیٹا نہ ہو تو بیٹیوں کو ترکہ سے دو تہائی حصہ یعنی سولہ ہزار ملے گا جس کو تمام بیٹیوں میں برابر تقسیم کیا جائے گا۔

سوم: اگر بیٹی کے ساتھ کوئی بیٹا بھی ہو تو بیٹی عصبہ ہو جائے گی، چنانچہ چوبیس میں سے بیٹی کو ایک حصہ یعنی آٹھ ہزار۔ اور بیٹے کو دو حصہ یعنی سولہ ہزار ملے گا۔

اس مثال کو اللہ نے یوں واضح فرمایا ہے:

يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيْ أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ. (نسا:۱۱)

اللہ تعالیٰ تمھیں اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے، (اگر بیٹے نہ ہوں) اور بیٹیاں ایک سے زیادہ ہوں تو ان کے لیے دو تہائی ہے، اور اگر ایک ہی بیٹی ہو تو اس کے لیے آدھا حصہ ہے۔

۳۔ **پوتی**: اس کی پانچ حالتیں ہیں:

اول: کوئی بیٹا، بیٹی یا پوتا نہ ہو۔ اور صرف ایک پوتی ہو تو اس کو آدھا حصہ یعنی بارہ ہزار ملے گا۔

دوم: اگر ایک سے زائد پوتیاں ہوں تو دو تہائی حصہ یعنی سولہ ہزار ملے گا جس کو تمام پوتیوں میں برابر تقسیم کیا جائے گا۔

سوم: اگر پوتی کے ساتھ کوئی پوتا یا پرپوتا بھی ہو تو پوتی عصبہ ہو جائے گی، چنانچہ پوتی کو پوتے کا آدھا حصہ یعنی پوتی کو آٹھ ہزار (ایک حصہ)، اور پوتا کو سولہ ہزار (دو حصہ) ملے گا۔

چہارم: اگر پوتی کے ساتھ ایک بیٹی ہو تو پوتی کو چھٹا حصہ یعنی چار ہزار ملے گا۔

پنجم: اگر کوئی بیٹا یا دو بیٹیاں ہوں تو پوتی کو کچھ نہیں ملے گا۔

۴۔ **سگی بہن**: اس کی پانچ حالتیں ہیں:

اول: اگر ایک سگی بہن ہو، اور اس کے ساتھ میت کا کوئی سگا بھائی نہ ہو تو سگی بہن کو آدھا حصہ یعنی بارہ ہزار ملے گا۔

دوم: اگر ایک سے زائد بہن ہوں تو سب کو دو تہائی حصہ یعنی سولہ ہزار ملے گا اور اسی کو تمام سگی بہنوں میں برابر تقسیم کیا جائے گا۔

سوم: اگر سگی بہن کے ساتھ کوئی سگا بھائی بھی ہو تو بہن

عصبہ ہو جائے گی، چنانچہ سگی بہن کو ایک حصہ یعنی آٹھ ہزار۔ اور بھائی کو دو حصہ یعنی سولہ ہزار ملے گا۔

چہارم: اگر سگی بہن کے ساتھ کوئی بیٹی ہو تو وہ دونوں عصبہ ہو جائیں گی یعنی سگی بہن اور بیٹی کو برابر حصہ ملے گا۔

پنجم: اگر میت کا بیٹا، پوتا، باپ یا دادا میں سے کوئی ایک موجود ہو تو بہن کا کوئی حصہ نہیں۔

اس مثال وضاحت قرآن کریم ان آیات سے ہوتی ہے:

یَسْتَفْتُوْنَکَ قُلِ اللّٰہُ یُفْتِیْکُمْ فِیْ الْکَلالَۃِ إِنِ امْرُؤٌ ھَلَکَ لَیْسَ لَہُ وَلَدٌ وَلَہُ أُخْتٌ فَلَھَا نِصْفُ مَا تَرَکَ وَھُوَ یَرِثُھَا إِن لَّمْ یَکُنْ لَّھَا وَلَدٌ فَإِن کَانَتَا اثْنَتَیْنِ فَلَھُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَکَ وَإِن کَانُوا إِخْوَۃً رِّجَالاً وَنِسَاءً فَلِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَیَیْنِ. (نسا:۱۷۷)

اے محبوب! آپ سے پوچھتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ اللہ اس کے بارے میں فرماتا ہے جس کی وفات کے بعد نہ اولاد ہو نہ باپ، اگر ایسے شخص کا انتقال ہو جائے جو بے اولاد ہو، اور اس کی ایک بہن ہو تو اس بہن کے لیے ترکے کا آدھا حصہ ہے، اور اگر بہن انتقال کر جائے اور اس کا کوئی بیٹا نہ ہو تو بھائی اس کے پورے مال کا وارث ہوگا۔ پھر اگر دو بہنیں ہوں تو ترکے میں اس کا دو تہائی حصہ ہے، اور اگر بھائی بہن دونوں ہوں تو بھائی کو دو بہنوں کے برابر حصہ ملے گا۔

۵۔ باپ شریک بھن: اس کی سات حالتیں ہیں

اول: اگر میت کی سگی بہن کوئی نہ ہو، صرف باپ شریک بہن ہو تو کو اس ترکہ میں آدھا حصہ یعنی بارہ ہزار ملے گا۔

دوم: اگر ایک سے زائد باپ شریک بہن ہو تو سب کو دو تہائی حصہ ملے گا یعنی سولہ ہزار سب بہنوں میں برابر تقسیم کیا جائے گا۔

سوم: اگر باپ شریک بہن کے ساتھ کوئی باپ شریک بھائی بھی ہو تو باپ شریک بہن عصبہ ہو جائے گی، چنانچہ بہن کو آٹھ ہزار (ایک حصہ)، اور بھائی کو سولہ ہزار (دو حصہ) ملے گا۔

چہارم: اگر میت کی بہن کے ساتھ، اس کی بیٹی ہو تو بہن عصبہ ہو جائے گی، چنانچہ باپ شریک بہن اور بیٹی دونوں میں ترکہ برابر تقسیم کیا جائے گا، یعنی میت کی بیٹی کو آدھا (بارہ ہزار) دینے کے بعد بقیہ آدھا (بارہ ہزار) اس کی بہن کو ملے گا۔

پنجم: اگر میت کی باپ شریک بہن کے ساتھ ایک سگی بہن بھی ہو تو باپ شریک بہن کو چھٹا حصہ یعنی چار ہزار ملے گا۔

ششم: اگر میت کی باپ شریک بہن کے ساتھ اس کی ایک سے زائد سگی بہنیں ہوں تو اس کا کوئی حصہ نہیں۔

ہفتم: اگر میت کا بیٹا، پوتا، باپ، دادا، سگا بھائی میں سے کوئی ایک موجود ہو تو باپ شریک بہن کا کوئی حصہ نہیں۔

۶۔ ماں شریک بھن: اس کی تین حالتیں ہیں:

اول: اگر میت کی کوئی اولاد نہ ہو، صرف ماں شریک بہن ہو اس کو تو چھٹا حصہ یعنی چار ہزار ملے گا۔

دوم: اگر ایک سے زائد ماں شریک بہنیں ہوں تو ایک تہائی حصہ یعنی آٹھ ہزار۔ اس کو سب میں برابر تقسیم کیا جائے گا۔

سوم: اگر میت کا بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، باپ، دادا میں سے کوئی ایک موجود ہوتو ماں شریک بہن کا کوئی حصہ نہیں۔

اس کی وضاحت اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے:

وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ. (نسا:۱۲)

ترجمہ: مرد یا عورت اگر کسی ایسے کا وارث ہو جس کا نہ ماں باپ ہو نہ اولاد، اور بھائی بہن ہوں تو ان میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے، چنانچہ اگر اس سے زیادہ ہوں تو سب تہائی حصے میں شریک ہوں گے۔

۷۔ **ماں**: اس کی تین حالتیں ہیں:

اول: میت کی کوئی اولاد ہو، یا نہ ہو لیکن بھائی بہنوں میں سے کوئی دو ہوں، وہ بھائی بہن کسی بھی جہت سے (سگی، باپ شریک یا ماں شریک) ہوں تو ماں کو چھٹا حصہ یعنی چار ہزار ملے گا۔

دوم: کوئی اولاد، یا اولاد کی اولاد، یا بھائی بہن اور شوہر یا بیوی میں سے کوئی موجود نہ ہو تو ماں کو تہائی حصہ آٹھ ہزار ملے گا۔

سوم: کوئی اولاد، یا اولاد کی اولاد، یا بھائی بہن میں سے کوئی موجود نہ ہو، لیکن شوہر یا بیوی میں سے کوئی موجود ہو۔ اگر میت مرد ہے تو اس کی بیوی کو چوتھائی حصہ یعنی چھ ہزار دینے کے بعد بقیہ مال کا تہائی حصہ یعنی چھ ہزار ملے گا اور اگر میت عورت ہے تو اس کے شوہر کو آدھا حصہ یعنی بارہ ہزار دینے کے بعد ماں کو تہائی حصہ یعنی چار ہزار ملے گا اور اگر نہ میت کی بیوی ہو نہ میت کا شوہر تو ماں کو تہائی حصہ یعنی آٹھ ہزار ملے گا۔

اس کی وضاحت اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے:

وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ. (نسا:۱۱)

اور ماں باپ میں سے ہر ایک کے لیے اولاد کے ترکے میں چھٹا حصہ ہے، اگر ان کی اولاد کی اولاد ہوں، اگر نہ ہوں اور ماں باپ ہی وارث ہوں تو ماں کے لیے تہائی حصہ ہے، اور اگر میت کی بھائی بہن بھی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہے۔

۸۔ **دادی ونانی**: ان کی تین حالتیں ہیں:

اول: اگر میت کے ماں باپ دونوں نہ ہوں تو دادی نانی کو چھٹا حصہ ملے گا یعنی چار ہزار ترکہ دونوں میں برابر تقسیم کیا جائے گا۔

دوم: اگر صرف ماں ہو تو دادی نانی کو کچھ حصہ نہیں ملے گا۔

سوم: اگر صرف باپ ہو تو دادی کا حصہ تو نہیں ہے لیکن نانی کو چھٹا حصہ یعنی چار ہزار ملے گا۔

جو لوگ خواتین کے وراثتی حقوق عام طور سے ہضم کر جاتے ہیں، یا اس سے غفلت برتتے ہیں وہ لوگ اللہ سے خوف کھائیں اور ان کے حقوق کی ادائیگی فوراً کریں ورنہ آخرت میں ان پر سخت عذاب ہوگا۔

☆☆☆

نوٹ: ترکے کی تقسیم میں علمائے کرام سے رابطہ ضرور کریں، تاکہ ترکے کی تقسیم میں کوئی دقت نہ پیش آئے۔

(ادارہ)

سنٹرل وقف کونسل

تعارف:

ایک قانونی ادارہ کی حیثیت سے سنٹرل وقف کونسل کا قیام دسمبر 1964 میں عمل میں آیا تھا۔ وقف ایکٹ 1954 میں ترمیم کے بعد اس میں باب دوم (الف) دفعہ 8 (الف، ب، ج، د) کی شمولیت کے ذریعہ حکومت ہند نے کونسل کو قائم کیا تھا۔ سنٹرل وقف کونسل کے قیام سے پہلے مرکزی وقف مشاورتی کونسل ہوا کرتی تھی۔ وقف ایکٹ 1995 کے باب سوم کی دفعہ 9 کے تحت سنٹرل وقف کونسل کے موقف کو جوں کا توں برقرار رکھا گیا۔

اوقافی امور اور وقف انتظامیہ کے متعلق مرکزی حکومت کو مشورے دینا، کونسل کے قیام کا اصل مقصد ہے۔ کونسل کے اراکین کی تعداد 20 تک ہوتی ہے۔ حکومت ہند پانچ سال کے لیے ان کو نامزد کرتی ہے۔ امور اوقاف کے مرکزی وزیر، کونسل کے چیئر مین ہوتے ہیں۔ سکریٹری، کونسل کا منتظم اعلیٰ ہوتا ہے۔ کونسل کا دفتر سردست جام نگر ہاؤس، نئی دہلی میں واقع ہے۔

وقف ایکٹ 1995 کی دفعہ (1)10 کے تحت ملک بھر کے اوقاف کی سالانہ آمدنی کا ایک فی صد حصہ، سنٹرل وقف کونسل کو ریاستی وقف بورڈ کے توسط سے ملتا ہے۔ کونسل کے تمام دفتری اور انتظامی اخراجات اسی سے پورے کیے جاتے ہیں۔

وقف

شریعت کے تحت مسلمہ مذہبی، فلاحی یا خیراتی مقاصد کو پورا کرنے کے لیے منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد کے مستقل عطیہ کا نام ''وقف'' ہے۔ اوقافی ادارے چونکہ مسلمانوں کے مذہبی، سماجی اور اقتصادی مفادات کے پاسبان ہوتے ہیں اس لیے ان اداروں کے ذریعہ نہ صرف مساجد اور درس گاہوں کی مدد کی جاتی ہے بلکہ سماجی فلاح کے لیے کام کرنے والے اسکولوں، کالجوں، ہسپتالوں اور مسافر خانوں کو بھی ان اداروں سے امداد ملتی ہے۔

ترقیاتی سرگرمیاں
وقف کی شہری جائیدادوں کی ترقی

خالی پڑی وقف کی جائیدادوں کو ناجائز قبضہ سے بچانے اور تجارتی نقطۂ نظر سے اس کی ترقی کے دوہرے مقاصد کے پیش نظر سنٹرل وقف کونسل نے 75-1974 میں اس اسکیم کی ابتدا کی۔ اس کے لیے سنٹرل وقف کونسل کو مرکزی سرکار سے سالانہ گرانٹ ملتی ہے جسے ملک بھر میں تجارتی لحاظ سے منافع بخش عمارتوں کی تعمیر کے لیے قرض کی شکل میں جاری کیا جاتا ہے تاکہ کامرشیل کمپلکس، شادی گھر، ہاسپٹل، کولڈ اسٹوریج جیسی کسی ایسی عمارت کی تعمیر ہو سکے جس سے وقف کی آمدنی میں اضافہ ہو۔

اس مد میں مرکزی سرکار نے ستمبر 1974 سے مارچ 2011 تک سنٹرل وقف کونسل کو کل 34 کروڑ 66 لاک 66 ہزار روپیہ کی گرانٹ دی ہے جب کہ سنٹرل وقف کونسل نے مرکزی سرکار کے ذریعہ منظور کیے گئے 137 پروجیکٹس کو قرض

فراہم کیا ہے۔ ان 137 پروجیکٹس میں سے 84 پروجیکٹس کی تعمیر مکمل ہوچکی ہے اوران سے خاطرخواہ آمدنی ہورہی ہے۔ کونسل کے ذریعہ دیا گیا قرض آسان قسطوں میں کونسل کو واپس مل جاتا ہے اور اس طرح واپس آنے والی رقم ایک ریوالونگ فنڈ (Revolving Fund) میں جمع کی جاتی ہے جس سے چھوٹے پروجیکٹس کو 20 لاکھ روپیہ تک کا قرض فراہم کیا جاتا ہے۔ ان چھوٹے پروجکٹس کی اسکیم کے تحت کونسل نے مارچ 2011 تک ریوالونگ فنڈ سے 4 کروڑ 96 لاکھ 89 ہزار روپیہ کی رقم 90 پروجیکٹس کو قرض کی شکل میں فراہم ہے جن میں سے 79 پروجیکٹس نے تعمیر کا کام مکمل کرلیا ہے۔

اس طرح حکومت ہند سے ملنے والی 34 کروڑ 66 لاکھ 66 ہزارروپیہ کی گرانٹ سے مارچ 2011 تک 163 پروجیکٹس تکمیل کو پہنچے اور بقیہ پروجیکٹس پر کام جاری ہے۔

مرکزی سرکار سے ملنے والی مذکورہ گرانٹ سنٹرل کونسل بلاسود قرض کی شکل میں اوقاف کو فراہم کر دیتی ہے تاکہ ان کی شہری جائیدادوں کی آمدنی میں اضافہ ہو سکے جب کہ اس اسکیم پر آنے والے تمام اخراجات بشمول اسٹاف کی تنخواہ اسٹیشنری اور ڈاک وغیرہ کا خرچ کونسل برداشت کرتی ہے۔ اس خدمت کے عوض کونسل قرض لینے والے اوقاف سے دو مطالبے کرتی ہے یعنی (الف) وہ ہر سال قرض کی بچی ہوئی رقم پر کونسل کے تعلیمی فنڈ کے لیے 4 فیصد تک عطیہ دیں گے جسے مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کے لیے خرچ کیا جاتا ہے۔ (ب) قرض ادائیگی کے بعد وہ اپنی اضافہ شدہ سالانہ آمدنی کا چالیس فی صد مسلمانوں کی تعلیم خصوصاً ٹیکنیکل تعلیم پر صرف کریں۔

تعلیمی منصوبے

قرض لینے والے اوقاف سے حاصل ہونے والے چھ فی صد عطیہ اور ریوالونگ فنڈ کی بینک میں جمع رقم سے حاصل ہونے والے منافع، دونوں سے مل کر، کونسل کا تعلیمی فنڈ بنتا ہے۔ اس فنڈ کا استعمال مندرجہ ذیل کاموں کے لیے کیا جاتا ہے:

۱۔ ہائر سیکنڈری اسکول اور مدارس کے طلبہ و نیز ٹیکنکل ڈپلومہ کے طلبہ کے لیے ریاستی وقف بورڈ کے توسط سے تعلیمی وظائف

۲۔ مسلمانوں کی کثیر آبادی والے علاقوں میں آئی ٹی آئی قائم کرنے کے لیے گرانٹ

۳۔ پیشہ ورانہ تربیتی مراکز قائم کرنے کے لیے رضا کار تنظیموں/ اداروں کی مدد۔

۴۔ اسکولوں اور دیگر لائبریریوں میں بینک قائم کرنے کے لیے مالی امداد۔

2007-2008 تک سنٹرل وقف کونسل ٹکنیکل ڈگری کورس کے طلبہ کو اسکالر شپ دیتی تھی اس اسکیم کے تحت مارچ 2008 تک کونسل نے ٹیکنکل ڈگری کورس کے طلبہ کے لیے 12,952 اسکالر شپ/ عبوری امداد کی اسکیم روک دی گئی ہے۔ ہر طرح کی اسکالر شپ کے لیے وزارت اقلیتی امور کے ویب سائٹ کو دیکھیں۔ پیشہ ورانہ تربیت کے لیے 628 رضا کار تنظیموں/ ٹیکنکل اداروں کی مدد کی گئی۔ آئی ٹی آئی قائم کرنے کی اسکیم کے تحت مارچ 2011 تک سنٹر وقف کونسل نے اٹھارہ (20) آئی ٹی آئی قائم کرنے کے لیے گرانٹ فراہم کی ہے۔

www.centralwakfcouncil.org

مشمولہ تحریروں میں الفاظ کے معانی ومفاہیم

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
توحید	خدا کو ایک ماننا	صاحب سِرّ	راز والے
راسخ	مضبوط	تاب وتوانائی	چمک دمک
اشیائے خوردنی	کھانے کی چیزیں	تناور	مضبوط جسم
قدر	فیصلہ، عزت وعظمت	استغفار	اللہ سے بخشش چاہنا
مرغوب	پسندیدہ	عجز	عاجزی
ازدواجی عمل	میاں بیوی کے آپسی تعلقات	فلاح	کامیابی
فحش	بے ہودہ کام	اہل حق	سچے
شکم سیر	پیٹ بھر	حرماں نصیبی	محرومی
مقہور	پست کرنا، دبانا	الزام تراشی	الزام لگانا
صیانت	حفاظت	مستفیض	فیض حاصل کرنا
صوم	روزہ	مطیع	فرماں بردار
فریادرس	فریاد پوری کرنے والے	ظلِ رحمانی	رحمت کا سایہ، اللہ کی رحمت
دست تعاون	حمایت	آلودہ	گندا، میلا
زنبیل	فقیروں کا تھیلا	زادِراہ	سفر کے سامان
نوید ہائے جاں فزا	خوش کرنے والی خبریں	نقاہت	کمزوری
محظوظ	لطف حاصل کرنا	خیانت	دھوکہ، دغا
مستفید	فائدہ حاصل کرنا	سید	سردار
فضیلت مآب	فضیلت والا	تارک الدنیا	اللہ کے لیے دنیا سے بے تعلقی
تخم	بیج	زیستن	جینا، زندہ رہنا
برگ وبار	پھل اور پتے	خوردن	کھانا
استعداد	صلاحیت	علت	سبب، وجہ

مشمولہ تحریروں میں الفاظ کے معانی ومفاہیم

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
مسافت	دوری	عذر شرعی	شرعی مجبوری
قضائے شہوات	خواہشات پورا کرنا	قضا	پورا کرنا، ادا کرنا
کفارہ	گناہ کا بدلہ	فدیہ	جرمانہ
قیل وقال	بحث ومباحثہ	لیت ولعل	ٹال مٹول، بہانہ
امر بالمعروف	نیکی کا حکم دینا	نہی عن المنکر	برائی سے روکنا
معتکف	اعتکاف میں بیٹھنے والا	معاونت	مدد
احکم الحاکمین	حاکموں کا حاکم	نافذ العمل	لاگو ہونے کے لائق
آسودہ	مطمئن	معدنیات	زمین سے نکلنے والی چیزیں، دھات
نمو پانا	بڑھنا	طوق	ہار
تالیف	نرم کرنا	تحصیل	حاصل کرنا
ارجمندی	نیک بختی	ترتیل	ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا
معجزہ	انبیا سے خلاف عادت چیزوں کا صدور	عشرہ	دس روز
طاق	بے جوڑ	مشاہدہ	دیدار، دیکھنا
نہج	طریقہ	نفقہ	خرچ
شرف ومنزلت	عظمت وبزرگی	رجحان	جھکاؤ
نفس عمّارہ	برائی کی طرف لے جانے والی نفس	اجر	بدلہ
صلہ	بدلہ	قلع قمع کرنا	جڑ سے اکھاڑنا
مامون	محفوظ	مناجات	رب سے التجا کرنا
خلوت	تنہائی	طواف	چکر لگانا، کعبہ کے ارد گرد گھومنا
مؤکدہ	جس پر زور رہے	توارث	جو کام ایک زمانے سے چلا آ رہا ہو
انتشار	بکھراؤ	طلوع	نکلنا، ظاہر ہونا

نوٹ: مذکورہ بالا الفاظ کے معانی اور مفاہیم مشمولہ مضامین کے مفاہیم کے اعتبار سے دیے گئے ہیں۔

ماھنامہ خضر راہ حاصل کرنے کے پتے

قاری سرفراز، دھاراوی ممبئی09323861303

شیخ جاوید اقبال،شیلیس نگر،ممرا۔مہاراشٹر09322865066,

رضا بک سینٹر، روشن گلدارلین،ٹکیہ پارہ، ہاوڑہ9330462827

محمد ارشد خان، کشمیری گیٹ، فیروزآباد،09259589974

عزیز صدیق احمد ، ایچ، کے، پی روڈ، بنگلور09343324034

عادل نورانی الامین مسجد،سلطانیہ جمخانہ،سورت۔9897657786

حافظ نیر اعظم، کینٹ روڈ، لال باغ لکھنؤ09125139191

مدرسہ فیض العلوم صابریہ، گاندھی نگر، آگرہ،9286192523

مدرسہ عارفیہ سعید العلوم، شیر گھاٹی، گیا، بہار9939479919

دلکش بک ڈپو، رام گڑھ، جھارکھنڈ۔9798306353

مراد علی، بارون بازار، اورنگ آباد، بہار9507840625

انصار بک ڈپو، بارہ پتھر، ڈہری اون سون، بہار8603741579

مولانا عبد الودود، النور مسجد، جنک پوری، نئی دہلی9650203792

اخبار ایجنسی،شاہین باغ ہائی ایکسٹینشن روڈ، نئی دہلی

بک امپوریم،اردو بازار، سبزی باغ، پٹنہ۔9304888739

ابو میانز شاہی اسٹور،نوراللہ روڈ، الہ آباد۔9839457055

محمد امتیاز، کنڈا، پرتاپ گڑھ، اتر پردیش8808646082

حافظ شبیر شاداب، دُرگ، چھتیس گڑھ7869230382

عمران احمد، **بابو پوروا**، **کانپور**،9839101833

چشتی بک ڈپو، نیئر مین گیٹ، درگاہ اجمیر شریف9460933025

حجاز بک ڈپو، سیف آباد، پٹی پرتاپ گڑھ، یوپی۔9839112969

محمد ابراهیم، شولاپور، مہاراشٹر09421067863

مظہر عالم .2مارکوس لین،کولکات،9330931653.14

خانقاہ نعمتی ٹیابرج، کولکاتہ۔09831746380

مولانا مشتاق، بیلگام، کرناٹک08147449067

اسلم بھائی، ہاؤسنگ بورڈ، مڈگاؤں، گوا۔09763900918

عبد اللہ بک ڈپو، پونچھ، جموں وکشمیر

مولانا منور حسین،سمنان گارڈن، کیمپبل روڈ، لکھنؤ۔9889245245

دار العلوم تاج الشریعہ، مصری گنج، مدھوبنی، بہار۔9931431786

امدادیہ بک ڈپو، جامع مسجد روڈ، ہزاری باغ،9835523993

محمد اجمل، جپلا، پلاموں، جھارکھنڈ۔9430002405

حافظ عبد اللطیف،نیل کوٹھی، ڈہری اون سون، رہتاس، بہار

امام مسجد بدا خاں، کھٹک پورہ، فرخ آباد، یوپی۔8858839054

خان بک ڈپو، درگاہ مہرولی، نئی دہلی

رضا بک سیلر، کمپنی باغ مظفر پور، بہار9709634293

مولانا غلام سبحانی، جامع مسجد، مہیندرو، پٹنہ۔9386979260

مولانا ضیاء المصطفیٰ، جے کے آشیانہ، کریلی، الہ آباد

محمد زبیر عالم، گریاواں، منصورآباد، الہ آباد۔9795252994

بخشی انصاری، کوربا، چھتیس گڑھ9993197956

گلاٹی نیوز ایجنسی، بس اسٹینڈ، مہرولی، دہلی۔9250225954

شکیل احمد، بالاگنج کراسنگ لکھنؤ۔9889245245

الجامعۃ الاسلامیہ، جیت پور II، نئی دہلی9650934740

نوٹ: ایجنسی حاصل کرنے کے خواہش مند حضرات رابطہ کریں:09312922953